رجسٹر نمبر ایل ۱۴۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر بنائے فضیلت تعلیم تدریجی برائے

عامہ ناس حاضر باشد یا بادی ۔ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی ۔ پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۱۲	بابت ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ	جلد ۴

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و

نادی و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی ۔ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و حیوۃ المسلمین و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ۔ بادارہ محمد عثمان خاں ہاشمی ۔ درہرہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی نیز بنرخ بسہولت بہم گردد

ملہ ہذا التقسیم العام ماخوذ من الحدیث اقتص اجینسنا بکتاب اللہ وقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول ومقاصد رسالہ "الہادی" اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود اُمت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ بعد ٹائیٹل تین جزو کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ دہی دو روپیے آٹھ آنے۔ (عہ)

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائے گا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپیے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپیے بارہ آنہ کا وی پی پہنچیگا

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم وسوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصول ڈاک

الراقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

پر ضرور میں ہوں کہ تمہاری کمروں کو چھوڑ دوں اور میں حوض پر تمہارے لیے پہلے پہونچنے والا ہوں پس تم میرے پاس آؤ گے مجتمع ہو کر متفرق ہو کر میں تمکو تمہاری پیشانیوں اور ناموں سے پہچان لوں گا جیسے کہ آدمی اپنے اونٹوں میں اجنبی اونٹ کو پہچان لیتا ہے اور تمکو بائیں جانب سے جائیگا اور میں تمہارے بارے میں رب العالمین سے جھگڑوں گا عرض کروں گا اے میرے رب (یہ تو) میری قوم ہے پس فرمائیں گے اے محمدؐ تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیا نئے کام کئے ہیں یہ تمہارے بعد الٹے پیروں اپنی ایڑیوں پر چلتے تھے پس میں شناخت کروں تم میں سے کسیکو قیامت کے دن بلبلاتے اونٹ کو لادے ہوئے آدمی اور پکارے اے محمدؐ اے محمدؐ اور میں کہوں میں تیرے واسطے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تجھکو پہنچا چکا تھا اور تم میں سے کسیکو ہرگز نہ شناخت کروں کہ ہنہناتے ہوئے گھوڑے کو قیامت کے دن لادکر روے اور پکارے اے محمدؐ اے محمدؐ اور میں کہوں مجکو تیرے بارے میں کچھ اختیار نہیں ہے میں تجکو تبلیغ کرچکا تھا اور تم میں سے قیامت کے دن کسیکو نہ شناخت کروں اسکو ابو یعلا اور بزار نے روایت کیا ہے اور دونوں کی اسنادیں انشاءاللہ کھری ہیں قیامت کے دن چمڑے کا شکنجہ اٹھائے ہوئی پکارتا ہو اے محمدؐ اے محمدؐ میں مجھکو تیرے بارے میں کچھ اختیار نہیں میں تبلیغ کرچکا تھا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ میں تعدی (اور زیادتی کرنے والا مثل منع کرنے والے کے ہے اسکو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ سب نے حضرت انس سے بواسطے سعد بن سنان کے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے اور احمد بن حنبل نے سعد بن سنان میں کلام کیا ہے پھر کہتے ہیں کہ فرمان جناب تعدی صدقہ میں کرنے والا مثل منع کرنے والے کے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تعدی کرنے پر ایسا گناہ ہے جیسا کہ منع کرنے والے پر گناہ ہوتا ہے۔ جب وہ منع کرتا ہے (واللہ عالم تعدی سے مراد وصول یابی میں ظلم و زیادتی سختی کرنا ہے) حافظ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ سعد بن سنان کی توثیق کی گئی ہے چنانچہ آئندہ آئیگا

اور حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا آیندہ زمانہ میں تمہارے پاس غضبناک (صدقہ وصول کنندہ) سوار آیا کریں گے جب تمہارے پاس آویں تو تم اُن کو مرحبا کہنا اور جو کچھ وہ لیں لینے دینا اگر وہ انصاف کریں گے اون کے لیے نافع ہوگا اور اگر ظلم کریں گے اوس کا وبال اونپر رہیگا تم اونکو راضی کردو تمہاری زکوۃ کا کمال اونکا خوش کرنا ہے اور اونکو مناسب ہے کہ (صدقہ وصول کرکر) تمکو دعا دیں۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

فصل

اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے صاحب مکس جنت میں (اول ہی) داخل نہیں ہوگا۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں صاحب مکس سے عشر وصول کرنے والا مراد ہے اسکو ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے سب نے محمد بن اسحق کی روایت سے نقل کیا ہے اور حاکم نے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اسی طرح کہتے ہیں مگر مسلم نے محمد بن اسحق کی روایت صرف متابعات میں نقل کی ہے امام بغوی کہتے ہیں کہ صاحب مکس سے مراد وہ لوگ ہیں جو (مثل چنگی والوں کے) تاجروں سے عشر کے نام سے محصول وصول کرتے ہیں حافظ صاحب کتاب کہتے ہیں اب تو محصول بنام عشر اور اور محصولات وصول کرتے ہیں جنکا (شریعت میں) کچھ نام ہی نہیں ہے بلکہ ایک چیز ہے کہ اسکو حرام لیتے ہیں اور اپنے پیٹوں میں آگ (جہنم) کہاتے ہیں اون محصولات کے بارہ میں اونکی دلیلیں اون کے رب کے سامنے سب پست اور باطل ہیں اور اون پر (خدا کا) غضب ہے اور اُن کو سخت عذاب ہوگا۔

اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں عثمان بن ابی العاص کلاب بن امیہ کی طرف گذرے وہ عاشر کی گدی پر بصرہ میں بیٹھے تھے کہنے لگے تم یہاں کیوں بیٹھے ہو جواب دیا کہ مجھکو زیاد نے یہاں عامل بنا دیا ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان نہ کردوں جسکو مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اُنہوں نے کہا بیشک بیان کیجئے حضرت عثمان نے فرمایا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا ایک وقت مقرر تہا کہ اوس میں اپنے گھر والونکو جگایا کرتے تھے کہ اے آل داؤد کھڑے ہو نماز پڑھو یہ ایسا وقت ہے کہ اس میں اللہ تعالی

۳۲

ہر کسی کی دعا قبول کرتا ہے بجز جادوگر یا عاشر کے تب تو کلاب بن امیہ کشتی پر سوار ہوکر زیاد کے
پاس آیا اور استعفیٰ دیدیا زیاد نے قبول کر لیا اسکو امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر اور اوسط
میں روایت کیا ہے طبرانی کے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ
جنابؐ نے ارشاد فرمایا آدھی رات کو آسمان کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں اور اعلان کرنے
والا اعلان کرتا ہے۔ کیا ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اوس کی دعا قبول کی جائے کیا کوئی مانگنے
والا ہے کہ اوسکو دیا جائے کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اوسکو رہائی دیجائے بس کوئی ایسا
مسلمان باقی نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ اسکی دعا قبول نہ کریں مگر زانیہ کہ اپنی فرج کی کمائی کھاتی
ہے اور عاشر اور طبرانی کی ایک روایت کبیر میں ہے حضرت عثمان کہتے ہیں میں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے قریب ہوتے ہیں
اور جو مغفرت چاہتا ہے اسکو بخش دیتے ہیں مگر فرج کی کمائی والی عورت اور عاشر (ان
دونوں کی مغفرت نہیں کرتا جب تک کہ وہ ان گناہوں سے توبہ کریں) امام احمد کی روایت
میں علی بن زید ہیں اور باقی روات تو روایات صحیحہ میں قابل احتجاج ہیں اور اس میں محدثین
کا اختلاف ہے کہ حسن نے حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ تعالےٰ سے سُنا ہے یا نہیں
اور ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ مسلمۃ بن مخلد مصر امیر تھے انہوں نے
رویفع ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ محکمہ عشر کا آپ کے متعلق کردیں انہوں نے فرمایا
مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ صاحب مکس (یعنی عشر وصول
کرنے والا) نار دوزخ میں ہوگا اسکو امام احمد نے بروایت ابن لہیعہ اور طبرانی نے اسی کے
مثل روایت کیا ہے اور انہوں نے زیادہ کیا ہے یعنی عاشر (یعنی صاحب مکس کی معنی بھی بتائے)
اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل
میں تھے اچانک کوئی پکارنے والا پکارتا تھا کہ یا رسول اللہ آپ نے مونھہ پھیر کر دیکھا کسی کو نہیں
دیکھا پھر مونھہ پھیرا تو ایک ہرنی بندھی تھی کہتی تھی کہ میرے قریب ہوجیے یا رسول اللہ آپ
اس کے قریب ہوئے اور فرمایا تیری کیا خواہش ہے۔ کہنے لگی کہ اس پہاڑ کے پیچھے میرے
دو بچے ہیں آپ مجھکو چھوڑ دیجیے میں ان کو دودھ پلا دوں پھر واپس آجاؤں گی آپ نے

فرمایا تو ایسا کرے گی اوسنے کہا اگر میں ایسا نہ کروں تو اللہ پاک مجھکو عاشر کا سا عذاب دے آپنے اسکو چھوڑ دیا بس وہ گئی اور دونوں بچونکو دودہ پلاکر واپس آئی آپنے اس کو باندھ دیا اور (وہ گنوار جسنے اسکو باندھ رکھا تھا نیند سے) بیدار ہوا اور اوس نے (حضرت سے) عرض کیا کیا جناب کو کچھ کام ہے یا رسول اللہ فرمایا ہاں اس (ہرنی) کو چھوڑ دو اوس نے اوسکو چھوڑ دیا وہ دوڑتی ہوئی نکل گئی اور کہتی جاتی تھی اشہدان لاالہ الا اللہ وانک رسول اللہ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے حکام کی خرابی ہے چودہریوں کی خرابی ہے ذمہ داران قوم کی بیشک بروز محشر بہت سی قومیں تمنا کریں گی۔ کاش کہ ہمارے بال ثریا میں بندھے ہوئے زمین و آسمان کے درمیان لٹکتے ہوئے ہوتے اور کسی چیز پر حاکم نہ بنائے جاتے (مطلب ہے کہ چاہے کیسی ہی مصیبت دنیا میں برداشت کرنی پڑتی مگر کسی قسم کی حکومت اور سرداری نہ ہوتی تو بہت ہی اچھا ہوتا)

اسکو امام احمد نے چند طرق سے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے راوی ثقہ ہیں ۳۳

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے حکام کی خرابی ہے چودہریوں کی خرابی ہے ذمہ داران قوم کی بعضی قومیں روز قیامت آرزو کریں گی کہ اون کے بال ثریا میں بندھے ہوئے زمین آسمان میں لٹکے ہوئے ہوتے اور (مسلمانوں کے) کسی کام کے والی نہ بنائے جاتے اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ لفظ حاکم کے ہیں اور صحیح الاسناد کہا ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا فرمایا کہ اس کے واسطے خوش نصیبی ہے اگر یہ چودہری نہ ہو اسکو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور انشاء اللہ اسکی اسناد حسن ہے ف جتنی جگہ پر یہے چودہری ترجمہ لکھا ہے اون موقعوں پر حدیث میں لفظ عریف کا آیا ہے۔ جس کا ترجمہ صراح میں کارگزار قوم کیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ رئیس سے کم درجہ کا ہوتا ہے اور حضرت مقدام بن معدی کرب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے مونڈھوں پر دستک دی پھر فرمایا اے قدیم

تونے فلاح پائی اگر تو نے ایسی حالت میں وفات پائی کہ نہ تو امیر ہو نہ پیشکار نہ عریف اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور مودود بن حارث میں یزید بن کریب ابن یزید بن سیف بن حارثہ یربوعی بواسطہ اپنے باپ کے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک شخص بنی تمیم میں سے میرا اسپ خورد و نوش کا سامان لے گیا (دادا کہتے ہیں) کہ مجھ سے جناب نے فرمایا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے کہ تمکو دوں پھر فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تم اپنی قوم کے عریف ہو یا فرمایا کہ تمکو تمہاری قوم پر عریف بنادیں میں نے عرض کیا نہیں فرمایا ہوشیار ہو جاؤ کہ عرفا دوزخ میں دیکھے جاینگے اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے (مصنف کہتے ہیں) میں مودود کو نہیں پہچانتا اور غالب قطان بواسطہ ایک آدمی کے اپنے باپ سے وہ اون کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک قوم عرب کے پانیوں میں سے ایک پانی پر رہتی جب ان کے پاس اسلام کی خبر پہنچی تو پانی کے مالک نے اپنی قوم کے لیے سو اونٹ اسلام لانے پر مقرر کیے وہ لوگ اسلام لے آئے اور وہ اونٹ اونپر تقسیم کردیئے۔ پھر اسکو خیال ہوا کہ اون اونٹوں کو واپس کرلے تو اوس نے اپنے بیٹے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا پھر تمام حدیث راوی نے بیان کی۔ اس کے آخر میں یہ تہا کہ لڑکے نے عرض کیا کہ میرا باپ بڑا بوڑہا ہے وہ اوس پانی کا عریف ہے آپ سے عرض کرتا ہے کہ آپ مجھکو اوس کے قائم مقام اس کے بعد عریف بنادیں آپ نے فرمایا عرافت حق ہے (یعنی ضروری امر ہے) اور اون کو عرافت سے چارہ نہیں ہے ولیکن عریف نار میں ہے (مطلب یہ ہے کہ اس کے حقوق بہت نازک ہیں اس منصب پر قائم ہوکر حقوق کی رعایت کرنا امر نہایت دشوار ہے جہاں چوکا مارا گیا جہنم سے اکثر نار کے مستحق ہوتی ہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ عرافت حرام ہے) اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اوس شخص کا اور باپ اور دادا کا نام نہیں بیان کیا اور حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے دونوں کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں پر ایسے امرا آئیں گے کہ شریر (مفسد) لوگوں کو مقرب بنائیں گے اور نماز و تمکو اون کے اوقات مستحبہ سے موخر کریں گے پس جو کوئی

تم میں سے اسکو دیکھے تو نہ عریف بنے نہ کوتوال نہ محصولات وصول کنندہ نہ خزانچی اسکو
ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

سوال کرنے سے ڈرانا اور غنی کے لیئے اوس کے حرمت اور لالچ کی مذمت اور عفت اور قناعت اور اپنے ہاتھ کے ریاض سے کھانیکی ترغیب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تم میں سے کیکو برابر مرض مانگنے کا لگا رہیگا حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت
میں ملیگا کہ اوس کے مونہہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں رہیگا اسکو بخاری مسلم نسائی
نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مانگنا گہرونٹ ہے کہ سوال سے آدمی اپنے
مونہہ کو گہرونٹتا ہے اب جو چاہے اپنے چہرہ پر قایم رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے
مگر صاحب سلطنت سے (کہ جس کے متعلق اوس کا انتظام ہے) سوال کرنا یا ایسے امر میں سوال کرنا
کہ جس میں چارہ نہ ہو اس وعید سے مستثنے ہے اور جائز ہے ف اللہ اعلم طلبا اور مدرسین کا
مہتمم سے حوائج کا طلب کرنا یا اہل خانہ کا خانہ مالک سے مانگنا وغیرہ صاحب سلطنت سے طلب
کرنے کے حکم میں داخل اور جائز معلوم ہوتا ہے۔ اسکو ابوداؤد نسائی ترمذی نے روایت
کیا ہے مگر ترمذی کے نزدیک بجائے کدوح کے جس کے معنے گہرونٹ ہیں لفظ کد فرمایا
جس کے معنی مشقت ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے مانگنا مانگنے والے کے مونہہ پر قیامت
کے دن گہرونٹ ہوگی اب جو چاہے اپنے مونہہ پر باقی رکھے آخر حدیث تک بیان کیا
اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ مشہور ہیں اور حضرت
مسعود بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ باوجود غنا
کے برابر مانگتا رہتا ہے حتی کہ اوس کے چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے بس اللہ کے
نزدیک اسکی کچھہ وجاہت عزت نہیں رہتی اسکو بزار اور طبرانی نے کبیر میں بیان

کیا ہے اور اسکی اسناد میں محمد بن عبد الرحمن بن ابو لیلےٰ ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لوگوں سے بغیر اس کے کہ اوسپر فاقہ پڑے یا ایسا کثیر العیال ہو کہ اون کے اخراجات کی طاقت نہ رکھتا ہو طلب کرے قیامت کے روز ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ اس کے چہرہ پر گوشت نہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے اوپر مانگنے کا دروازہ کھولا (یعنی مانگنا شروع کیا) بغیر ایسے فاقے کے کہ اوس پر پڑا ہو یا کثرت عیال کے کہ قابل برداشت نہ ہو اللہ تعالیٰ اوسپر فاقہ کے راستے ایسی جانب سے کھولدیگا کہ اوسکو گمان بھی نہ ہوگا۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ شواہد میں جید حدیث ہے۔

اور حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر سوال کرنے لگا آپ نے اوسکو دیدیا جب اوس شخص نے دروازہ کی چوکھٹ پر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لوگ جانتے جو کچھ (نقصان) سوال کرنے میں ہے تو کوئی کسی کے پاس مانگنے کے ارادہ سے نہ جاتا اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اسیکو طبرانی نے کبیر میں قابوس کے طریق سے بواسطہ عکرمہ کے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مانگنے والا جان لیتا کہ اوس کے واسطے سوال کرنے میں کیا (نقصان ہے تو سوال) نہ کرتا۔

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غنی کا سوال کرنا دن قیامت کے اوس کے چہرہ پر بدرونقی ہے اسکو امام احمد نے اسناد جید سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے کبیر میں اور بزار نے یہ اور زیادہ کیا ہے اور سوال کرنا غنی کا آگ ہے اگر تھوڑا دیا گیا تو تھوڑی آگ ہے اور اگر زیادہ دیا گیا ہے تو زیادہ ہے۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے کوئی چیز مانگی باوجودیکہ اوس سے وہ غنی ہے یہ سوال اوس کے چہرہ میں بروز قیامت بدرونقی ہوگی اسکو امام احمد اور بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے امام احمد کے

۴۷

راوی حدیث صحیح میں حجت ہیں۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سوال کیا باوجودیکہ وہ اوس سوال سے غنی تہا وہ بروز قیامت اسی حالت میں اُٹھایا جائے گا کہ اس کے چہرہ پر گہرونٹ ہوگی اسکو طبرانی نے اوسط میں ایسی اسناد روایت کیا ہے کہ اوس میں کچھ باک نہیں ہے۔ اور حضرت مسعود بن عمرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب کے پاس ایک آدمی کا (جنازہ) لایا گیا تاکہ آپ اوس کی نماز پڑھیں جناب نے فرمایا اس شخص نے کتنا مال چھوڑا لوگوں نے عرض کیا دو یا تین دینار چھوڑے ہیں آپ نے فرمایا دو یا تین آگ کے داغ چھوڑے ہیں راوی کہتے ہیں کہ پہر میں عبد اللہ بن قاسم سے ملا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ ہیں اون سے اس حدیث کا ذکر کیا اُنہوں نے فرمایا وہ آدمی مال بڑہانے کے لیئے لوگوں سے مانگا کرتا تھا۔ اسکو بیہقی نے یحیٰی بن عبد الحمید حمانی کی روایت سے بیان کیا ہے +

اور حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تہے جو کوئی بغیر فقر کے مانگتا ہے گویا آگ کی چنگاری کہاتا ہے اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور بیہقی کے الفاظ یہ ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تہے جو شخص بلا ضرورت مانگتا ہے اوس شخص کے مانند ہے کہ وہ دوزخ کی انگاریاں چنتا ہے اور ترمذی نے اسی حدیث کو بروایت مجالد بواسطہ عامر حبشی کے اس سے طویل روایت کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں سنا ہے آپ عرفات میں وقوف عرفہ کر رہے تھے ایک گنوار آیا اور آپ کی چادر کا کنارا پکڑا اور آپ سے مانگا آپ نے اسکو دیا وہ چلا گیا اوس وقت سوال حرام کیا گیا آپ نے فرمایا سوال غنی کے اور تندرست صحیح الاعضا کے واسطے حلال نہیں ہے مگر فقیر خاک میں ملے ہوئے ہو کر یا قرضدار ناچار کو جائز ہے اور جس شخص نے اس لیئے مانگا کہ اوس سے مال بڑہاوے وہ سوال بروز قیامت اوس کے چہرہ پر گہرونٹ ہوگا اور گرم پتہر ہوجائیگا کہ اوسکو جہنم کی آگ سے کہائیگا۔ اب جو چاہے اسکو کم کرے اور جو چاہے زیادہ کرے

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا چھٹا وعظ

مسمّٰی بہ

صوفی کا طریقہ

منتخب از سیرۃ الصوفی وعظ چہارم دعوات عبدیت حصہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد۔ یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ۝ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۝ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ۝ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝ وَ ذَرْنِیْ وَ الْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ۝ ۔ **ترجمہ**۔ اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی آدھی رات یا اس سے کسی قدر کم کر دو یا اس سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں۔ بیشک رات کے اُٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔ بیشک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے یکسو ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے۔ اسکے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں سو اسی کو اپنے کام سپرد کیا کرو اور یہ لوگ جو جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو اور خوبصورتی

کے ساتھ ان سے الگ ہوجاؤ اور مجھکو اور ان جھٹلانے والوں نازونعمت میں رہنے والونکو چھوڑ دو اور ان لوگون کو تھوڑے دنون اور مہلت دو۔

ان آیتون کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) میرے دوستوں میں سے بعض صوفیوں نے مجھسے یہ درخواست کی کہ اگر ہمارے لئے ایسا مضمون بیان ہوجائے تو بہتر ہے جسکے موافق ہم اپنا عمل رکھیں۔ چونکہ اس وقت اس قسم کا مضمون ذہن میں نہ تھا اس لئے میں نے پورا وعدہ نہیں کیا دوسرے اس قسم کے مضمونون کے لئے تنہائی زیادہ مناسب ہے اس خیال سے اور بھی وعدہ نہیں کیا تھا۔ مگر آج صبح کو سورہ مزمل کی شروع کی آیتیں ذہن میں آئیں معلوم ہوا کہ ان میں بالکل تصوف ہی کے طریقہ کا بیان ہے اسلئے آج انہیں آیتوں کے متعلق کچھہ بیان کیا جاتا ہے۔ بیان سے پہلے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ عوام یہ نہ سمجھیں کہ اس میں ہمارا کیا نفع ہوگا۔ یہ طریقہ تو صوفیون کے لئے ہے جو دُنیا کو چھوڑ بیٹھے ہیں ہم دنیا دارون کے لئے نہیں سو بات یہ ہے کہ سرے سے یہی کہنا صحیح نہیں کہ دنیا دارون کے لئے اور حکم ہیں اور دینداروں کے لئے اور حکم ہیں کیونکہ مسلمان ہونے میں سب برابر ہیں اور شرع کے حکم سب کے ساتھ یکسان تعلق رکھتے ہیں بلکہ حقیقت میں مسلمان دنیا دار ہوتا ہی نہیں کیونکہ دُنیا داری حقیقت میں یہ ہے کہ حلال حرام میں کچھ تمیز نہ رہے جسطرح سے بنے مال حاصل کرنے کو مقصود سمجھے اگر کہیں دونوں غرضیں دین و دُنیا کی جمع ہو جائیں تو دین کی غرض چھوڑ کر دنیا کی غرض حاصل کیجائے اور یہ خیال کیا جاتے کہ دین سے ہم کو کوئی غرض نہیں کیونکہ شریعت کے حکم اسقدر دشوار ہیں کہ اگر ہم ان پر عمل کرین تو دُنیا کی زندگی مشکل ہے سو ظاہر ہے کہ ایمان کے ساتھ ایسے خیال کی گنجایش کہاں ہے ایسا خیال رکھکر مسلمان ہی کب ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو اللہ تعالے کو جھٹلانا ہے کہ وہ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تم پر آسانی کرنا چاہتے ہیں دشواری کرنا نہیں چاہتے اور اللہ کسی کو ایسے کام کا حکم نہیں کرتے جو اسکی طاقت سے باہر ہو اور یہ شخص خیال کرتا ہے کہ خدا نے ہمیں دشواری میں ڈالدیا ہے اور ایسی باتون کا حکم دیا ہے جن پر عمل کرکے زندگی مشکل ہے سو ایسا خیال کرنا تو ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ کو جھٹلانا ہے اور اگر یہ عذر

کیا جاوے کہ ہم تو خدا تعالے کو نہیں جھٹلاتے مگر جب روزمرہ کے واقعات ہی بتلا رہے ہیں کہ شرع کے حکموں پر چلنا بہت مشکل ہے تو ہمارا کیا قصور ہے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ دشواری دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو یہ ہے کہ خود حکم ہی کے اندر دشواری ہو سو ایسے حکم پہلی امتوں میں تو کچھہ تھے مگر اس اُمت میں اس قسم کے حکم نہیں رکھے گئے۔ اور ایک قسم دشواری یہ ہے کہ خود حکم میں تو کوئی دشواری نہیں مگر ہم نے خود اپنی حالت ایسی بگاڑی ہے کہ آسان حکم بھی ہم کو دشوار معلوم ہونے لگے کہ سب نے ملکر شریعت کے خلاف عادتیں اختیار کرلی ہیں کہ وہ عام طور پر ایک رسم ہوگئی اور ظاہر ہے کہ جب اس رسم کو چھوڑ کر کوئی شریعت کے حکم پر چلنا چاہے گا تو ضرور اسکو آسان حکم میں بھی دشواری پیدا ہوگی۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حکیم کسی بیمار کو دو پیسہ کا نسخہ لکھدے مگر وہ بیمار ایسے گاؤں میں رہتا ہے جہاں کے لوگ اس قسم کی ضروری چیزوں کی رغبت نہیں رکھتے اور ان کی بے رغبتی کی وجہ سے وہ چیزیں اس گاؤں میں نہیں آتیں اور نہیں مل سکتیں۔ اسلئے یہ بیمار اس دو پیسہ کے نسخہ کو وہاں نہیں پی سکتا۔ اب یہ نسخہ تو کمیاب نہیں ہے۔ مگر اس گاؤں والوں ہی نے خود اپنا دستور بگاڑ رکھا ہے اسواسطے وہاں نہیں مل سکتا پس اس صورت میں ہر عقلمند یہی کہیگا کہ علاج تو بالکل آسان ہے مگر یہ قصور اس جگہ کے رہنے والوں کا ہے کہ ایسی معمولی چیز بھی لاکر نہیں رکھتے۔ ایسا ہی ہمارا حال ہے کہ تمام قوم نے ملکر اپنی ایسی حالت بگاڑ دی ہے کہ اب شرع کے حکموں پر چلنے میں دشواری پیدا ہوگئی ہے دیکھئے بہت لوگ یہ بہانہ کرتے ہیں کہ تنخواہ کم ہے بھلا اگر رشوت نہ لیں تو کام کیسے چلے۔ اگر یہ لوگ اپنے خرچ اندازہ سے رکھیں تو تنخواہ کیوں نہ کفایت کرے اسیطرح پر آم کی بہار پھل آنے سے پہلے ہی بیچ دیجاتی ہے۔ اگر ایک شخص اس سے بچنا چاہے تو ضرور کسیقدر دقت ہوتی ہے لیکن اگر سب اتفاق کرلیں کہ اس طرح سے کوئی نہ بیچے تو دیکھیں پھر کیا دشواری پیش آتی ہے اصلی دشواری تو وہ ہے کہ اگر سب ملکر بھی اسکو دور کرنا چاہیں جب بھی دور نہ ہو سکے اور جو دشواری سب کے ملکر چھوڑ دینے سے جاتی رہے تو یہ اصل میں دشواری نہیں بلکہ آسان ہے کیونکہ یہ دشواری تو صرف

۳

بُری رسم اختیار کر لینے سے پیدا ہو گئی ہے سو یہ تنگی خود اپنے آپ ہی اپنے اُوپر ڈالی گئی ہے تعجب ہے کہ خود اپنی تنگی کو تو نہ دیکھیں اور شریعت پر تنگی کا الزام دیں۔

(۲) بعض لوگ عذر کرتے ہیں کہ ہم ناجائز معاملے رشوت وغیرہ کے ضرورت کی وجہ سے کرتے ہیں مگر حقیقت میں جس کو وہ ضرورت کہتے ہیں وہ ضرورت ہی نہیں بلکہ صرف نفس کی لذتون کا نام ضرورت رکھدیا ہے۔ جیسے کسی شخص کی نوکری میں اتنی گنجایش تو ہے کہ معمولی درمیانی قیمت کے کپڑے پہن سکتا ہے مگر بھاری قیمت کے چمک دمک کے کپڑے بنانے کی گنجایش نہیں اس صورت میں عقلمند آدمی کبھی ہرگز بھی ایسے قیمتی کپڑون کی ضرورت نہیں مان سکتا جسکے واسطے رشوت وغیرہ لینا پڑے اور اگر معمولی قیمت کے کپڑے پہننے پر بھی کچھ تنگی ہو تو آخر صبر کس حالت کے لئے سکھلایا گیا ہے ایسی حالت میں صبر کرے اور جو صبر کی حد سے بھی گذر جائے تو ایسے لوگوں کی مدد کے لئے شریعت نے خاص قاعدے مقرر کئے ہیں ان سے نفع اٹھانا چاہیئے غرض مسلمانون کو کسی حالت میں بھی دین کے مقابلہ میں دنیا کو اختیار کرنا اور فوقیت دینا جائز نہیں پس اس اعتبار سے مسلمان دُنیا دار ہو ہی نہیں سکتا صرف کافر ہی دنیا دار ہیں جو دین کے مقابلے میں دُنیا کو اختیار کرتے ہیں۔

(۳) بعض لوگ کہدیا کرتے ہیں کہ صاحب ہم تو دُنیا کے کتے ہیں ہم سے دین کا کیا کام ہو سکتا ہے تعجب ہے کہ اپنے منہ سے اس ذلت اور بے عزتی کا اقرار کیا جاتا ہے گویا کہ خدا تعالےٰ نے ان کو دین کے واسطے پیدا ہی نہیں کیا اور غضب تو یہ ہے کہ ان بھلے مانسون نے اپنے لئے تو ایسے بیہودہ لقب تراشے ہی تھے دینداروں کے لئے بھی ایسے بیہودہ لقب استعمال کرتے ہیں جیسے مسجد کے مینڈھے۔ اسپر ایک ہنسی کی حکایت یاد آگئی کہ ایک طالب علم کو ایک شخص نے جو کہ اپنے کو بُرا سمجھتے تھے مسجد کا مینڈھا کہدیا اس نے کہا بلا سے پھر بھی دُنیا کے کتوں سے تو اچھے ہی ہیں۔ تعجب ہے کہ بعض لوگ اپنے کو ایسے بُرے لقب دیکر اسکو تواضع سمجھتے ہیں اسکی مثال میں ایک قصہ یاد آگیا کہ میرے سامنے ریل میں ایک دولتمند مسخرے تھے اپنے دسترخوان پر دوسرے شخص کو یہ کہکر بلایا کہ آیئے کچھ گوہ موت کھا لیجئے اسپر انکے ایک ساتھی نے کہا کہ ہیں کھانیکی ایسی بے ادبی۔

(باقی آیندہ)

روح نہم بھائی مسلمانوں کے حقوق کا خاص خیال رکھکر ادا کرنا

آیت فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ ایمان والے (سب آپسمیں ایک دوسرے کے) بھائی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ) اے ایمان والو نہ تو مردوںکو مردوں پر ہنسنا چاہیے (آگے ارشاد ہے) اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے (یعنی جس سے دوسرے کی تحقیر ہو آگے فرماتے ہیں) اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو (آگے فرماتے ہیں کہ) اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور (کسی کے عیب کا) سراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے

احادیث (۱) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کو (بلا وجہ) برا بھلا کہنا بڑا گناہ ہے اور اس سے (بلا وجہ) لڑنا (قریب) کفر (کے) ہے (بخاری و مسلم) (۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص (لوگوں کے عیوب پر نظر کرے اور اپنے کو عیوب سے بری سمجھکر بطور شکایت کے) یوں کہے کہ لوگ برباد ہوگئے تو یہ شخص سب سے زیادہ برباد ہونیوالا ہے (کہ مسلمانوں کو حقیر سمجھتا ہے) (مسلم) (۳) حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے چغل خور (قانوناً بدون سزا) جنت میں نہ جاویگا (بخاری و مسلم) (۴) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سب سے بدتر (حالتمیں) اوس شخص کو پاؤگے جو دو رویہ ہو یعنی جو ایسا ہو کہ انکے منہ پر ان جیسا اونکے منہ پر اون جیسا (بخاری و مسلم) (۵) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اوسکا رسول خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا (غیبت یہ ہے کہ) اپنے بھائی (مسلمان) کا ایسے طور پر ذکر کرنا کہ (اگر اوسکو خبر ہو تو) اوسکو ناگوار ہو عرض کیا گیا کہ یہ بتلائیے کہ اگر میرے (اوس) بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہتا ہوں (یعنی اگر میں سچی برائی کرتا ہوں) آپ نے فرمایا اگر اوسمیں وہ بات ہے جو تو کہتا ہے تب تو تو نے اوسکی غیبت کی اور اگر وہ بات نہیں ہے جو تو کہتا ہے تو تو نے اوس پر بہتان باندھا (مسلم) (۶) سفیان بن اسد حضرمی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ بہت بڑی خیانت کی بات ہے کہ تو اپنے بھائی (مسلمان) کو کوئی ایسی بات کہے کہ وہ اوسمیں تجھکو سچا سمجھ رہا ہے اور تو اوسمیں جھوٹ کہہ رہا ہے (ابوداؤد) (۷) حضرت معاذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی (مسلمان) کو کسی گناہ سے عار دلاوے اسکو موت نہ آویگی جبتک کہ خود اُس گناہ کو نہ کریگا (یعنی عار دلانیکا یہ وبال ہے اگر کسی خاص وجہ سے ظہور نہ ہوا ہو اور بات ہے اور خیر خواہی سے نصیحت کرنیکا کچھ ڈر نہیں) (ترمذی) (۸) حضرت واثلہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی (مسلمان) کی (کسی دنیوی یا دینی بری) حالت پر خوشی مت ظاہر کر کبھی اللہ تعالےٰ اوس پر رحمت فرمادے اور تجھکو مبتلا کردے (ترمذی) (۹) عبد الرحمن بن

غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندگان خدا میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو چغلیاں پہونچاتے ہیں اور دوستوں میں جدائی ڈلوادیتے ہیں الخ (احمد و بیہقی) (عنا) حضرت ابن عباس رضی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی (مسلمان) سے نہ (خواہ مخواہ) بحث کیا کرو اور نہ اوس سے (ایسی) دل لگی کرو (جو اوسکو ناگوار ہو) اور نہ اوس سے کوئی ایسا وعدہ کرو جسکو تو پورا نہ کرے (ترمذی)۔ **ف** البتہ اگر کسی عذر کے سبب پورا نہ کرسکے تو معذور ہے چنانچہ زید بن ارقم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اوسوقت پورا کرنیکی نیت تھی مگر پورا نہیں کرسکا اور (اگر آنے کا وعدہ تھا تو) وقت پر نہ آسکا اسکا یہی مطلب ہے کہ کسی عذر کے سبب ایسا ہوگیا) تو اوسپر گناہ نہ ہوگا (ابوداؤد و ترمذی) (علا) عیاض مجاشعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ سب آدمی تواضع اختیار کرو یہانتک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے (کیونکہ فخر اور ظلم تکبر ہی سے ہوتا ہے) (مسلم) (ع۱۲) حضرت جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا (بخاری و مسلم) (ع۱۳) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیوہ اور غریبوں کے کاموں میں سعی کرے وہ (ثواب میں) اوس شخص کے مثل ہے جو جہاد میں سعی کرے (بخاری و مسلم) (ع۱۴) حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور وہ شخص جو کسی یتیم کو اپنے ذمہ رکھ لے خواہ وہ یتیم اسکا (کچھ لگتا) ہو اور خواہ غیر کا ہو ہم دونوں جنت میں اسطرح ہونگے اور آپ نے شہادت کی اونگلی اور بیچ کی اونگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں میں تھوڑا سا فرق بھی کردیا (کیونکہ نبی اور غیر نبی میں فرق تو ضروری ہے مگر حضور کی ساتھ جنت میں رہنا کیا تھوڑی بات ہے) (بخاری) (ع۱۵) نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کو باہمی ہمدردی اور باہمی محبت اور باہمی شفقت میں ایسا دیکھو گے جیسے (جاندار) بدن ہوتا ہے کہ جب اسکے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو تمام بدن بدخوابی اور بیماری میں اوسکا ساتھ دیتا ہے (بخاری و مسلم) (ع۱۶) حضرت ابو موسیٰ رضی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی سائل یا کوئی صاحب حاجت آتا تو آپ (صحابہ سے) فرماتے کہ تم سفارش کردیا کرو تمکو ثواب ملیگا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہے حکم دیدے (یعنی میری زبان سے وہی نکلے گا جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا مگر تمکو مفت کا ثواب ملجاویگا اور یہ اوسوقت ہے جب جس سے سفارش کیجاوے اوسکو گرانی نہ ہو جیسا یہاں حضور نے خود فرمایا) (بخاری و مسلم) (ع۱۷) حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ اپنے بھائی (مسلمان) کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم ہو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مظلوم ہونیکی حالت میں تو مدد کردوں مگر ظالم ہونیکی حالت میں کیسے مدد کروں آپ نے فرمایا اوسکو ظلم سے روک دے یہی تمہاری مدد کرنا ہے اوس ظالم کی (بخاری و مسلم) (ع۱۸) حضرت ابن عمر رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ

۳۸

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اوسپر ظلم کرے اور نہ کسی مصیبت میں اوسکا ساتھ چھوڑ دے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اوسکی حاجت میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی کوئی سختی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں میں سے اوسکی سختی دور کریگا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوسکی پردہ پوشی کریگا (بخاری و مسلم) (ع۱۹) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یہ فرمایا آدمی کیلئے یہ شر کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھے (یعنی اگر کسی میں یہ بات ہو اور کوئی شر کی بات نہ ہو تب بھی اوسمیں شر کی کمی نہیں) مسلمان کی ساری چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اوسکی جان اور اوسکا مال اور اوسکی آبرو (یعنی نہ اوسکی جان کو تکلیف دینا جائز نہ اوسکے مال کا نقصان کرنا اور نہ اوسکی آبرو کو کوئی صدمہ پہونچانا مثلاً اوسکا عیب کھولنا اوسکی غیبت کرنا وغیرہ) (مسلم) (ع۲۰) حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اوس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ (پورا) ایماندار نہیں بنتا یہانتک کہ اپنے بھائی (مسلمان) کیلئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے (بخاری و مسلم) (ع۲۱) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہ جاویگا جس کا پڑوسی اوسکے خطرات سے مطمئن نہ ہو (یعنی اوس سے اندیشہ ضرر کا لگا رہے) (مسلم) (ع۲۲) حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہماری جماعت سے خارج ہے جو ہمارے کم عمر پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑی عمر والے کی عزت نہ کرے اور نیک کام کی نصیحت نہ کرے اور برے کام سے منع نہ کرے (کیونکہ یہ بھی مسلمان کا حق ہے کہ موقع پر اوسکو دین کی باتیں بتلا دیا کرے مگر نرمی اور تہذیب سے) (ترمذی) (ع۲۳) حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکے سامنے اوسکے مسلمان بھائی کی غیبت ہوتی ہو اور وہ اوسکی حمایت پر قادر ہو اور اوسکی حمایت کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اوسکی حمایت فرماویگا اور اگر اوسکی حمایت نہ کی حالانکہ اوسکی حمایت پر قادر تھا تو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اوسپر گرفت فرماویگا (شرح سنہ) (ع۲۴) عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (کسی کا) کوئی عیب دیکھے پھر اوسکو چھپالے (یعنی دوسروں سے ظاہر نکرے) تو وہ (ثواب میں) ایسا ہوگا جیسے کسی نے زندہ درگور لڑکی کی جان بچالی (کہ قبر سے اوسکو زندہ نکال لیا) (احمد و ترمذی) (ع۲۵) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر ایک شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے پس اگر اوس (اپنے بھائی) میں کوئی گندی بات دیکھے تو اوس سے (اسطرح) دور کردے (جیسے آئینہ داغ دھبہ چہرہ کا اس طرح صاف کردیتا ہے کہ صرف عیب والے پر تو ظاہر کردیتا ہے اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا اسی طرح اس شخص کو چاہیے کہ اسکے عیب کی خفیہ طور پر اصلاح کردے فضیحت نکرے) (ترمذی) (ع۲۶) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو اونکے مرتبہ پر رکھو (یعنی ہر شخص سے اوسکے مرتبہ کے

موافق برتاؤ کرو سبکو ایک لکڑی مت ہانکو) (ابوداؤد) (ع ۲۷) حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے وہ
کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے وہ شخص (پورا) ایماندار نہیں جو خود اپنا
پیٹ بھر لے اور اوسکا پڑوسی اوسکی برابر میں بھوکا رہے (بیہقی) (ع ۲۸) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن الفت (اور لگاؤ) کا محل (اور خانہ) ہے اور اوس شخص میں
خیر نہیں جو کسی سے نہ خود الفت رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھے (یعنی سب سے روکھا اور الگ رہے کسی سے
میل ہی نہ ہو باقی دین کی حفاظت کیلئے کسی سے تعلق نہ رکھنا یا کم رکھنا وہ اس سے مستثنی ہے) (احمد و بیہقی)
(ع ۲۹) حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص میری امت میں سے کسیکی حاجت پوری
کرے صرف اس نیت سے کہ اوسکو مسرور (اور خوش) کرے سو اوس شخص نے مجھکو مسرور کیا اور جس نے مجھکو مسرور
کیا اوس نے اللہ تعالے کو مسرور کیا اور جسنے اللہ تعالی کو مسرور کیا اللہ تعالی اوسکو جنت میں داخل فرماویگا (بیہقی)
(ع ۳۰) نیز حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی پریشان حال آدمی کی
امداد کرے اللہ تعالی اوسکے لئے تہتر ۷۳ مغفرت لکھیگا جنمیں ایک مغفرت تو اوسکے تمام کاموں کی اصلاح کیلئے کافی
ہے اور بہتر ۷۲ مغفرت قیامت کے دن اوس کیلئے درجات ہو جاوینگے (بیہقی) (ع ۳۱) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسوقت کوئی مسلمان اپنے بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے یا ویسے ہی ملاقات کیلئے جاتا ہے
تو اللہ تعالی فرماتا ہے تو بھی پاکیزہ ہے اور تیرا چلنا بھی پاکیزہ ہے تو نے جنت میں اپنا مقام بنالیا ہے (ترمذی)
(ع ۳۲) حضرت ابوایوب انصاری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کیلئے یہ بات حلال
نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کر دے اسطرح سے کہ دونوں ملیں اور یہ ادہر کو منہ پھیر لے
اور وہ اودہر کو منہ پھیر لے اور ان دونوں میں اچھا وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرلے (بخاری و مسلم) (ع ۳۳)
حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے کو بدگمانی سے بچاؤ کہ گمان سب سے
جھوٹی بات ہے اور کسی کی مخفی حالت کی کرید مت کرو نہ اچھی حالت کی نہ بری حالت کی اور نہ دھوکہ دینے کو کسی چیز کے دام
بڑہاؤ اور نہ آپسمیں حسد کرو نہ بغض رکھو اور نہ پیٹھ پیچھے غیبت کرو اور اے اللہ کے بندو سب بھائی بھائی ہو کر رہو اور
ایک روایت میں ہے نہ ایک دوسرے پر رشک کرو (بخاری و مسلم) (ع ۳۴) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے حقوق مسلمان پر چھ ہیں (اوسوقت انہی چھ کے ذکر کا موقع تھا) عرض کیا گیا یا رسول اللہ
وہ کیا ہیں آپ نے فرمایا جب (۱) اوس سے ملنا ہو اوسکو سلام کرو اور جب (۲) وہ تمہکو بلاوے تو قبول کرو اور جب (۳) تم سے خیر خواہی چاہے
اوسکی خیر خواہی کرو اور جب (۴) چھینک لے اور الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہو اور جب (۵) بیمار ہو جاوے اوسکی عیادت کرو اور
جب (۶) مر جاوے اوسکی جنازہ کیساتھ جاؤ (مسلم) (ع ۳۵) حضرت صدیق اکبر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے
جو کسی مسلمان کو ضرر پہونچاوے یا اسکے ساتھ فریب کرے (ترمذی) (یہ سب حدیثیں مشکوۃ میں ہیں) یہ تو عام مسلمانوں کے کثیر الوقوع حقوق ہیں اور
خاص اسباب سے اور خاص حالات سے خاص حقوق بھی ہیں جنکو میں نے بقدر ضرورت رسالہ حقوق الاسلام میں لکھدیا ہے سب کے ادا کی خوب کوشش رکھو
کیونکہ اسمیں بہت بے پروائی ہو رہی ہے اللہ تعالے توفیق بخشے۔ کتبہ اشرف علی تھانوی ۱۲

۴۰

خیر باشد اوستاد این درد سر | جان تو مارا نبودہ زین خبر

گفت ہم بے بیخبر بودم ازین | آگہہ این کودکان کردند ہین

من بدم غافل بشغل قال و قیل | بود در باطن چنین رنجے ثقیل

چون بجد مشغول باشد آدمے | او ز دید رنج خود باشد عمے

از زنان مصر یوسف شد سمر | کہ ز مشغولے بشد زیشان خبر

پارہ پارہ کرد ساعدہائے خویش | روح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش

اے بسا مرد شجاع اندر حراب | کہ ببرد دست یا پاش ضراب

او ہمان دست آورد در گیر و دار | بر گمان آنکہ ہست او برقرار

خود بہ بیند دست رفتہ در ضرر | خون ازو بسیار رفتہ بیخبر

۱۲۵

یہ سوچکر اُس زیرک لڑکے نے کہا کہ لڑکو خوب زور زور سے پڑھو جب وہ زور زور سے پڑھنے لگے تو کہا اتنے زور سے کیوں پڑھتے ہو ہمارے چلانے سے اُستاد کو نقصان پہنچتا ہے آواز سے اُنکے سر میں درد بڑھتا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ ایک دانگ کیلئے وہ تکلیف اُٹھائیں اُستاد نے کہا ہاں یہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ میرے سر کا درد بڑھ گیا جاؤ ابھی چلے جاؤ سب آداب بجا لائے اور کہا

خدا کرے آپ جلد تندرست ہو جائیں آپکو بھی تکلیف ہوئی اور ہماری پڑھائی کا بھی نقصان ہوا یہ کہکر سب نکلکر اپنے اپنے گھروں چلے جیسے جانور دانہ کی خاطر پنجرہ سے نکلتے ہوں۔ اُنکی ماؤں نے جب یہ دیکھا کہ مکتب کا وقت ہے اور لڑکے کھیل رہے ہیں تو انھوں نے لڑکوں سے کہا کہ مکتب کا دن ہے اور تم کھیل رہے ہو پڑھنے کیوں نہیں گئے یہی وقت علم حاصل کرنے کا ہے اور تمہاری حالت یہ ہے کہ کتاب اور اُستاد سے بھاگتے ہو انھوں نے معذرت کی اور کہا اور اماں آپ ذرا ٹھیرین تو سہی یہ ہمارا قصور اور ہماری کوتاہی نہیں ہے بلکہ حکم خدا سے اُستاد صاحب بیمار ہو گئے ہیں ماؤں نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو تمہاری عادت ہے کہ معمولی نفع کیلئے سیکڑوں جھوٹ تراشتے ہو ہم صبح کو خود اُستاد کے پاس جائینگے تاکہ تمہاری اس فریب کی حقیقت ظاہر ہو جاوے لڑکوں نے کہا بسم اللہ آپ تشریف لیجائیں اور ہمارا جھوٹ سچ معلوم کرلیں۔ صبح کو لڑکوں کی مائیں آئیں۔ اُنھوں نے دیکھا کہ اُستاد یوں پڑے ہوئے ہیں جیسے کوئی نہایت سخت بیمار پڑا ہوا ہو بہت سے لحافوں کے سبب پسینہ پسینہ ہیں سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے مُنہ کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں۔ اُستاد مرض کے خوف سے آہستہ آہستہ آہ آہ کر رہے ہیں۔ یہ دیکھکر سب نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ اُستاد خیر تو ہے آپ کو تو یہ تکلیف ہے اور ہم کو خبر بھی نہیں۔ اُس نے کہا کہ تم کو خبر نہ ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں مجھے بھی خبر نہ تھی ان لڑکوں ہی نے مجھے بھی خبر کی ہے میں تو پڑھنے پڑھانے میں مصروف تھا اور اندر یہ سخت مرض بھرا ہوا تھا جب آدمی کسی کام میں منہمک ہوتا ہے تو اُسکو اپنی تکلیف کی خبر نہیں ہوتی۔ دیکھو زنان مصر اور یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ وہ سب دیدار یوسف میں مشغول تھیں اور اسی مشغولی میں اُنکو کسی چیز کی خبر نہ رہی تھی۔ حتےٰ کہ انھوں نے ترنج تراشتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لیئے اور روح اسقدر لذت دیدار میں مشغول تھی کہ آگے پیچھے کی کچھ خبر نہ تھی۔ بہت سے آدمی لڑائی میں ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے ہاتھ شمشیر زنی میں زخمی ہو جاتے ہیں اور وہ اسے ہاتھ کو کام میں لاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہاتھ اسیطرح صحیح سالم ہے۔ انہیں یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہاتھ بیکار ہو گیا اور اسی بیخبری کی حالت میں بہت سا خون بہ جاتا ہے یہ قصہ تو ختم ہوا اور وہم کی قوت معلوم ہو گئی اب ہم اسکے مناسب بعض فوائد بیان کرتے ہیں۔

۱۲۶

لڑکوں کا اُستاد کو دوسری مرتبہ وہم میں ڈالنا کہ اسکو قرآن پڑھنے سے دردِ سر ہوتا ہے

گفت آن کودک کہ ای قوم پسند درس خوانید و کنید آوا ابلند

یعنی (اول تو) اسی لڑکے نے (چپکے سے) کہ اے قوم پسندیدہ سبق پڑھو اور آواز کو بلند کرو۔

چون ہمی خواندند گفت ای کودکان بانگ ما اُستاد را دارد زیان ۱۲۷

یعنی جب سب نے (زور سے) پڑھا تو بولا کہ ارے لڑکو ہماری آواز اُستاد کو نقصان دیتی ہے۔

دردِ سر افزاید استارا از بانگ ارزد این کو درد یابد بہر دانگ

یعنی آواز سے اُستاد کا دردِ سر بڑھتا ہے تو کیا یہی لائق ہے کہ وہ چند پیسوں کے لئے درد پاوے

یعنی اسکو جو جیراتی وغیرہ ملجاتی ہے بس اُسکے واسطے وہ دردِ سر مول لے۔ لہٰذا آہستہ پڑھو۔

گفت اُستا راست میگوید روید دردِ سر افزون شدم بیرون شوید

یعنی استاد نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے تم لوگ جاؤ۔ میرا دردِ سر بڑھتا ہے جاؤ باہر جاؤ۔ یعنی اس کہنے سے اسکو وہم ہو گیا کہ ہاں دردِ سر بڑھتا تو ہے لہٰذا سب کو چھٹی دیدی۔

سجدہ کردند و بگفتند ای کریم دور بادا از تو رنجوری و بیم

یعنی سب نے اُس لڑکے کو سجدہ کیا اور کہا کہ اے کریم تو ہمیشہ رنجوری اور بیم سے خدا کرے دور رہے سجدہ کرنے سے مراد ۔ سب نے اسکا شکریہ ادا کیا اور اُسکو دعا دی۔

پس برون جستند سوے خانہا ہمچو مرغان در ہوائے دانہ ہا

یعنی بس وہ اپنے گہرون کی طرف چل دیئے جیسے کہ پرند دانہ کی خواہش میں۔ یعنی جسطرح کہ جانور تلاش دانہ میں ہوتا ہے اسیطرح وہ سارے وہان سے گہرون کو روانہ ہوگئے۔

لڑکوں کا مکتب سے اس مکر سے چھوٹنا اور اُنکی ماؤں کا اُنسے سوال کرنا

مادران شان خشمگین گشتند و گفت روز کتاب و شما با لہو جفت

یعنی انکی مائیں غصہ ہوئیں اور بولیں کہ دن تو مکتب کا ہے اور تم کہیل رہے ہو۔

وقت تحصیل است اکنون شما می گریزید از کتاب اوستا

یعنی یہ وقت تحصیل (علم) کا ہے اور تم کتاب اور اُستاد سے بھاگتے ہو۔

عذر آوردند کاے مادر تو بایست این گنہ از ما و از تقصیر نیست

یعنی سب نے عذر کیا اور کہا کہ اماں تم ٹھیرو تو یہ ہماری خطا نہیں ہے اور ہمارے قصور سے نہیں ہے (بلکہ)

از قضائے آسمان اُستاد ما گشت رنجور و سقیم و مبتلا

یعنی قضائے آسمانی کی وجہ سے ہمارا اُستاد بیمار اور سقیم اور مبتلا (مصیبت) ہو گیا ہے۔

مادران گفتند مکر است و دروغ صد دروغ آرید بہر طمع دوغ

یعنی ماؤن نے کہا کہ مکر ہے اور جھوٹ ہے تم سو جھوٹ دوغ کی طمع میں لاؤ۔ دوغ سے مراد چھاچھ

یعنی تم اسکے نیئے جتنے مکر چاہے کرو۔

ما صباح آئیم پیش اوستا　تا بہ بینیم اصل این مکر شما

یعنی ہم صبح کو استاد کے آگے آوینگے تاکہ تمہارے اس مکر کی اصل دیکھیں۔

کودکان گفتند بسم اللہ روید　بر دروغ و صدق ما واقف شوید

یعنی لڑکے بولے کہ بسم اللہ جاؤ اور ہمارے سچ جھوٹ پر واقف ہوجاؤ۔ یعنی جاکر معلوم کرلو کہ آیا ہم سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔

ماؤں کا علی الصباح اُستاد کی عیادت کو جانا

بامداوان آمدند آن مادران　پرسش استا ز ہر گوشہ روان

یعنی صبح کو وہ مائیں استاد کے پوچھنے کیلئے ہر گوشہ سے روانہ ہوکر آئیں۔

خفتہ اُستا ہمچو بیمار گران　درد سر را سر بہ بستہ چون زنان

یعنی استاد سخت بیمار کی طرح پڑا ہوا تھا اور درد سر کیلئے سر کو عورتوں کی طرح باندھے ہوئے تھا۔

ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف　سر بہ بستہ رو کشیدہ در سجاف

یعنی لحافوں کی زیادتی سے پسینہ لائے ہوئے اور سر باندھے ہوئے اور پردوں میں منہ لپیٹے ہوئے۔

آہ آہے ہمی کند آہستہ او　جملگان گشتند ہم لاحول گو

یعنی وہ آہ آہ آہستہ آہستہ کر رہا ہے تو سب کی سب لاحول پڑھنے لگیں یعنی جب سب نے علامتوں سے دیکھا کہ اچھا خاصہ ہے اور عورتوں کی طرح کراہ رہا ہے تو سب نے لاحول پڑھی مگر جب آہی گئیں۔

۱۲۹

تھیں اب بے پوچھے جانا مناسب نہ تھا لہذا بولیں کہ۔

خیر باشد استاد این دردسر جان تو مارا نبوده زین خبر

یعنی اے اُستاد خیر تو ہے یہ دردسر کب سے ہے آپکی جان کی قسم ہم کو تو خبر بھی نہ تھی۔

گفت من هم بے خبر بودم ازین آگهم این کودکان کردند هین

یعنی استاد صاحب بولے کہ اس سے میں بھی بے خبر تھا۔ ارے مجھے تو ان بچوں نے آگاہ کیا۔

من بدم غافل بشغل قال و قیل بود در باطن چنین رنجے ثقیل

یعنی میں تو بول چال کے شغل میں غافل تھا اور باطن میں یہ سخت مرض موجود تھا مولانا فرماتے ہیں کہ

چون بجد مشغول باشد آدمے او ز دید رنج خود باشد عمے

۱۳۰

یعنی جب آدمی کسی کوشش میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اپنی تکلیف کے دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے مطلب یہ کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی ضروری کام میں لگا ہوا ہوتا ہے تو اُسکو تکلیف کی خبر نہیں ہوتی اب خواہ اس اُستاد کو ایسا نہ ہوا ہو مگر ایسا ہوا کرتا ہے آگے اسکی ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ۔

از زنان مصر یوسف شد سمر که ز مشغولے بشد زایشان خبر

یعنی زنانِ مصر اور یوسف سے قصہ ہو گیا ہے کہ مشغولی کی وجہ سے ان سے خبرداری جاتی رہی۔

پاره پاره کرده ساعدہائے خویش روح واله که نه پس بیند نه پیش

یعنی روح عاشق نے پہونچے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے کہ نہ آگے دیکھا اور نہ پیچھے۔ یعنی دیکھو چونکہ وہ دوسری طرف مشغول ہو گئیں لہذا انکو کچھ بھی خبر نہ ہوئی۔ آگے اسکی ایک دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا مردِ شجاع اندر حراب | کہ ببرّد دست و پایش را ضراب

یعنی بہت سے مرد شجاع لڑائیون میں ہوتے ہیں کہ شمشیر زنی انکے دست و پاؤن کاٹ ڈالتی ہے۔

او ہمان دست آورد در گیر و دار | بر گمان آنکہ ہست او برقرار

یعنی وہ اسی ہاتھ کو دار و گیر میں رکھتا ہے اس گمان پر کہ وہ برقرار ہے۔ یعنی وہ اسی مقطوع ہاتھ سے کام لیتا رہتا ہے اور اُسکو اُسکے کٹجانے کی خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ اسکو برقرار سمجھتا ہی حالانکہ وہ مقطوع ہوتا ہے۔

خود نہ بیند دست رفتہ در ضرر | خون ازو بسیار رفتہ بے خبر

یعنی وہ خود نہیں دیکھتا ہے اور ہاتھ گیا ہوا ہے ضرر میں۔ اور اُس سے بہت خون گیا ہے اور وہ بے خبر ہے اور یہ بات عجیب نہیں ہے بلکہ اکثر ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ لڑائیون میں سر کٹ گیا ہی اور تلوار ہاتھ میں موجود ہے اور اسکو چلا رہے ہیں اور تھوڑی دیر بعد گر جاتے ہیں اصل سبب تو حکم حق ہے مگر سبب ظاہری یہ ہی کہ قاعدہ ہی مقتول کی رُوح ایک دم سے نہیں نکلتی بلکہ رفتہ رفتہ نکلتی ہی اسلئے کہ دیکھو مقتول بہت دیر تک تڑپتا ہی تو معلوم ہوا کہ رُوح فوراً نہیں نکلتی۔ جب یہ معلوم ہوا تو ایک شخص جو لڑائی میں تلوار چلا رہا ہی اور اسکے ہاتھ کو ایک کام کرنیکی مشق ہو گئی ہی اُسکا گلا کٹ گیا مگر اُسکو جوش میں اس امر کی خبر نہ ہوئی کہ میرا گلا کٹا ہی اور رُوح نکلی رفتہ رفتہ تو جسوقت تک اُسکے بدن میں روح رہی اسوقت تک اُسکا ہاتھ موافق اس مشق کے جو اُسنے دیر سے ہوئی ہی جب رُوح نکل گئی تو وہ لاش گر جاتی ہی مولانا اس سے ایک اور بات نکالتے ہیں جسکو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

تا بدانے کہ تن آمد چون لبیس | رو بجو لابس لباسے را لبیس

روح را توحید اللہ خوشتر است … غیر ظاہر دست و پائے دیگر است

دست و پا در خواب بینی ایتلاف … آن حقیقت دان مدانش از گزاف

آن توئی کہ بے بدن داری بدن … پس مترس از جسم جان بیرون شدن

روح دار و بے بدن بس کار و بار … مرغ باشد در قفس بس بے قرار

باش تا مرغ از قفس آید برون … تا بہ بینی ہفت چرخ او را زبون

۱۳۲ یک حکایت گوئمت گر بشنوی … در حقیقت بر حقیقت بگروی

قصہ یوسف و زنان مصر اور حالت جنگ سے تم کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ تن کوئی چیز نہیں بلکہ وہ روح کیلئے مثل لباس کے ہے اور اصل روح ہے پس تم کو کوشش کے ساتھ روح کو تلاش کرنا چاہیئے یعنی اسکی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے اور فکر تن بالکل چھوڑ دینا چاہیئے الا جبکہ اصلاح روح کیلئے اصلاح تن کی ضرورت ہو اسوقت اصلاح تن میں مصروف ہونا مضائقہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت اشتغال باصلاح روح ہے نہ کہ باصلاح تن۔ اصلاح تن کی فکر سے ممانعت اسلئے ہے کہ روح کیلئے تن کی چنداں ضرورت نہیں۔ اسکے لئے تو توحید حق سبحانہ بہت اچھی چیز ہے۔ بس تم توحید کو اسپر غالب کرو اگر ایسا کرنے میں یہ ظاہری ہاتھ پاؤں جائیں بلا سے جائیں کیونکہ اسکے لئے ایک تن مثالی اس جسم ظاہر کے علاوہ ہے کہ ضرورت کے وقت اسکو وہی کام دے سکتا ہے جو یہ جسم دیتا ہے اگر تن مثالی تمہاری سمجھ میں آیا ہو اور ان ہاتھ پاؤں کے علاوہ اور ہاتھ پاؤں میں کچھ شک ہو تو یوں سمجھو کہ تم خواب میں ہاتھ پاؤں جڑے ہوئے دیکھتے ہو وہ ہاتھ پاؤں واقعی ہوتے ہیں محض تخیل نہیں ہوتا۔

(باقی آئندہ)

قوله الشارح من عرف نفسه فقد عرف ربه اخرجه الدیلمی مرفوعاً بلفظ اذا عرف نفسه عرف ربه کذا فی کنوز الحقائق

قوله ان سعد الغیور الخ اخرجه الخرائطی فی مکارم الاخلاق عن ابی ہریرۃ مرفوعاً یا معشر الانصار ان سعد الغیور وانا اغیر منه والله اغیر منی واخرجه البخاری والامام احمد عن المغیرة مرفوعاً

صاحب کلید کا قول من عرف
نفسه فقد عرف ربه روایت کیا اسکو
دیلمی نے مرفوعاً ان الفاظ سے اذا عرف نفسه
عرف ربه اسی طرح ہے کنوز الحقائق میں نقل
تشرف کہتا ہے کہ مقاصد میں ابوالمظفر بن سمعان
کا قول اس حدیث کی نسبت نقل کیا ہے
انه لا یعرف مرفوعاً وانما یحکی عن یحیی
بن معاذ یعنی من قوله اور نووی کا قول نقل
کیا ہے انه لیس بثابت والله اعلم مگر
باوجود غیر ثابت کہنے کے اس کے معنی کو اس
تاویل سے صحیح کیا ہے من عرف نفسه
بالحدوث عرف ربه بالقدم و من
عرف نفسه بالفناء عرف ربه بالبقاء

قول مثنوی ان سعد الغیور الخ خرائطی
نے مکارم الاخلاق میں حضرت ابوہریرہ سے
مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اے گروہ انصار کے
بیشک سعد بہت غیرت دار ہیں اور میں
ان سے بھی زیادہ غیرت دار ہوں اور الله تعالیٰ
مجھ سے بھی زیادہ غیرت دار ہیں اور بخاری اور
امام احمد نے مغیرہ بن شعبہ سے مرفوعاً
روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

۲۶

اتعجبون من غيرة سعد
وانا اغير منه والله اغير
مني ومن اجل غيرة الله
حرم الفواحش ما ظهر
منها وما بطن وما احد
احب اليه العذر من
الله الحديث كذا في
كنز العمال

کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو اور
میں انسے بھی زیادہ غیرت دار ہوں اور اللہ تعالےٰ
مجھسے بھی زیادہ غیرت دار ہیں اور غیرت الٰہیہ
کے سبب اللہ تعالیٰ نے بیحیائی کی باتوں کو حرام
فرمایا ہے اونمیں جو ظاہر ہیں وہ بھی اور جو
باطن ہیں وہ بھی اور کوئی شخص ایسا نہیں جسکو
اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر محبوب ہو جسطرح
ہے کنز العمال میں +

قوله من كان لله كان الله له
روى الطبراني في الصغير
وابن ابي الدنيا ومن طريقه
البيهقي في الشعب مرفوعًا
من انقطع الى الله عزوجل
كفاه الله تعالى كل
مؤنة ورزقه من حيث
لا يحتسب ومن انقطع
الى الدنيا وكله الله
اليها اه اسناده
منقطع وفيه ابراهيم
بن الاشعث تكلم فيه
ابو حاتم كما قال العراقي

قول مثنوی۔ من کان للہ کان اللہ
طبرانی نے صغیر میں اور ابن ابی الدنیا نے
اور ابن ابی الدنیا کے طریق سے بیہقی نے
شعب میں مرفوعا روایت کیا ہے کہ جو شخص
سب سے منقطع ہو کر اللہ عزوجل ہی کا ہو رہے
اللہ تعالیٰ اسکی تمام مشقتوں میں کفایت
فرماتے ہیں اور اسکو ایسی جگہ سے رزق
دیتے ہیں جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں
ہوتا اور جو شخص بالکل دنیا ہی کا ہو رہے اللہ تعالیٰ
اوسکو دنیا ہی کے حوالے کر دیتا ہے اھ
اسکی اسناد منقطع ہے اور اس کی اسناد میں
ابراہیم بن اشعث ہے جسمیں ابو حاتم نے
کلام کیا ہے جیسا کہ عراقی نے کہا ہے

کذا فی شرح الاحیاء

قولہ گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم

فی المشکوۃ عن عمرؓ

قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اصحابی کالنجوم

فبایہم اقتدیتم اهتدیتم

رواہ رزین

قولہ گفت طوبی من رانی مصطفی

روی اعبید بن حمید

عن ابی سعید و ابن

عساکر عن واثلۃ مرفوعاً

بسند حسن طوبی لمن رانی

ولمن رای من رانی ولمن

رای من رای من رانی

کذا فی الجامع الصغیر

للسیوطی۔

قولہ ان لربکم نفحات روی

الطبرانی بسند ضعیف

عن محمد بن سلمہ مرفوعاً

ان لربکم فی ایام دهرکم

نفحات فتعرضوا لعلہ ان

اسی طرح ہے شرح احیاء میں۔

شعر مثنوی گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم الخ

مشکوۃ میں حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے

اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اونمیں سے

جس کسی کا بھی اقتدار کرلو (دین کا) راہ

پالوگے روایت کیا اسکو رزین نے۔

شعر مثنوی گفت طوبی من رانی مصطفی الخ

عبید بن حمید نے ابو سعید سے اور ابن

عساکر نے واثلہ سے مرفوعاً بسند حسن روایت

کیا ہے کہ بڑی خوشحالی ہے اوس شخص کے

لئے جس نے مجھکو دیکھا ہے اور اسکے

لیے بھی جس نے میرے دیکھنے والے کو

دیکھا اور اس کے لیے بھی جس نے میرے

دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا

ہے۔ اسیطرح ہے سیوطی کی جامع صغیر میں

قول مثنوی۔ ان لربکم نفحات۔ طبرانی

نے بسند ضعیف محمد بن مسلمہ سے مرفوعاً

روایت کیا ہے کہ بیشک تمھارے ایام عمر

میں تمھارے رب کے کچھ فیوض ہوتے ہیں

سو تم اِس کے لیے آمادہ رہا کرو شاید اسمیں سے

۲۷

یصیبکم نفحۃ منہا فلا تشقون
بعدها ابدا لکن ان فی الجامع الصغیر
قوله کلمینی یا حمیراء قلت اما اطلاق
لفظ حمیراء لعائشۃ من رسول الله صلی الله
علیه وسلم فقد ورد فی النسائی
بسند صحیح کما فی عمدۃ القاری اما لفظ
کلمینی فلم اره لکن معنی الحدیث
فیستانس له بما رواه مسلم عن عائشۃ
قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا
صلی رکعتی الفجر فان کنت مستیقظۃ
۲۸ حدثنی والا اضطجع فتحدیثه صلی
الله علیه وسلم معها کانه امر لها
بتحدیثها - وقوله ارحنا یا بلال فی
شرح الاحیاء اخرجه احمد وابو داود
والبغوی عن رجل من خزاعۃ
وقد ورد التصریح بهذا الرجل
عند الطبرانی فی الکبیر و
الضیاء فی المختارۃ قالوا هو سلمان
بن خالد الخزاعی ورواه الخطیب
عن علی وعن بلال ولفظهم
جمیعا یا بلال اقم الصلوۃ

کوئی فیض تمکو پہونچ جاوے پھر اس کے بعد
تم کبھی بھی شقی نہ ہو اسی طرح ہے جامع صغیر میں
قول مثنوی کلمینی یا حمیراء و قوله
ارحنا یا بلال الخ حضرت عائشہؓ کے لئے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حمیراء فرمانا
نسائی میں سند صحیح سے مروی ہے جیسا عمدۃ
القاری میں ہے اور کلمینی فرمانا نظر سے نہیں
گذرا لیکن مضمون حدیث مسلم سے لیا جاسکتا
ہے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھ چکتے
تھے اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے
تھے ورنہ لیٹ رہتے تھے تو آپ کا ان سے
باتیں کرنا گویا انکو باتیں کرنے کا حکم دینا ہے
(جو مدلول ہے کلمینی کا) اور شرح احیاء میں ہے
کہ روایت کیا احمد اور ابو داؤد اور بغوی نے
خزاعہ کے ایک شخص سے اور طبرانی کبیر اور
مختارہ ضیاء میں اس شخص کے نام کی تصریح
ہے یعنی سلمان بن خالد خزاعی اور خطیب
نے اسکو حضرت علیؓ اور حضرت بلال سے
روایت کیا ہے اور ان سب کے الفاظ یہ ہیں کہ یا
بلال اقم الصلوۃ وارحنا بہا یعنی نماز کی اقامت کرو

باقی آئندہ

(۵۲) ایک صاحب کا خط آیا تھا کہ جناب مولوی صاحب آپ جو لوگون کو خط کے ذریعہ سے مرید کرتے ہیں اسکی کیا دلیل ہے اور یہ سنت سے ثابت ہے یا نہیں۔ فرمایا مین نے جواب میں لکھا ہے کہ یہ میرا فعل ہے۔ آپ میرے فعل کی دلیل کیون دریافت کرتے ہیں آپ کو کیا حق ہے آپ بلا دلیل کسی کو مرید نہ کریں۔

(۵۳) ایک صاحب پانی پڑھوانے کو آئے اور آکر خاموش کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت نے دیکھا اور فرمایا کہ کیوں کھڑے ہو۔ بیٹھتے کیون نہیں۔ کیا مجھے تکلیف پہونچانے پر سب نے اتفاق کر لیا ہے ان صاحب نے کہا کہ جی مجھے پانی پڑھوانا ہے۔ فرمایا تو منہ سے کیوں نہیں کہتے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ مجھے علم غیب ہے تمہارے انداز سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے علم غیب ہونا چاہئے تھا۔ پھر ظرافت سے فرمایا کہ مجھے غیب کا علم نہیں ہے مگر عیب کا ہے۔

(۵۴) فرمایا کہ آجکل تو یہ رہگیا ہے کہ ایک کام مشورہ سے طے ہوتا ہے پھر اُسکے خلاف بلا مشورہ اسمیں تصرف کر لیا جاتا ہے اب ان سے پوچھئے کہ جو بات مشورہ سے طے ہوتی تھی وہ مشورہ کے خلاف اکیلے کیون کی۔ اگر خلاف ہی کرنا تھا اسمیں بھی مشورہ کر لیتے یہی تو خرابی ہے کہ جس شخص کو کام دیدیتا ہوں وہ اپنے آپ کو مجتہد اور مستقل سمجھنے لگتا ہے اسی واسطے تو میں کوئی کام کسی کے سپرد نہیں کرتا۔ مجھے ان باتون سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور پھر لوگ مجھی کو بد اخلاق کہتے ہیں۔ اُن کو کوئی نہیں دیکھتا۔ افسوس ساری دُنیا کے اُلو میرے ہی پاس جمع ہو گئے ہیں۔ یہ اسپر فرمایا تھا کہ حوض کی تیاری میں ایک صاحب نے کچھ تعمیر خلاف مشورہ شروع کرادی تھی اور ایک حاجی صاحب کا نام لے دیا تھا اسکو پیر سے گرا دیا اور فرمایا جاؤ حاجی صاحب سے ہی پوچھ کر آؤ جیسا انہون نے فرمایا ہے ویسا ہی کرو اُن صاحب نے کہا کہ جی معمار نہ مانے اسپر فرمایا کہ ایسی تیسی معمارون کی وہ ہمارے نوکر ہیں یا ہم اُنکے غلام ہیں یوں کہیئے کہ آپکی بھی رائے تھی ورنہ انکی مجال ہو کہ خلاف کر سکیں۔

(۵۵) ۱۳ رجب ایک صاحب حضرت والا کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ ان صاحب نے ایک جگہ وصل کیا۔ یعنی آیت پر نہیں ٹھیرے بلکہ ایک آیت کو دوسری آیت سے ملا دیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تم نے یہان پر وصل کیون کیا۔ کیا تم تمام قرآن مجید کا مطلب سمجھتے ہو یا نہیں سمجھتے وہ صاحب یہ سنکر خاموش ہو گئے اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ ان لوگون کی جب ہی تو اصلاح نہیں ہوتی کہ

۱۷

میرے سوال کرنے پر بھی اپنے عیب کا اقرار نہیں کرتے. اجی اگر یوں کہدیں کہ نہیں سمجھتا تو یہ جہل کا اقرار ہے اور یوں کہدیں کہ سمجھتا ہوں تو کھلا ہوا جھوٹ ہے اسلئے آپ اُسے بلی کے گو کی طرح چھپا رہے ہیں اور میرے پوچھنے پر بھی نہیں بتاتے پھر غصہ سے فرمایا ارے بتاتا کیوں نہیں تجھے سارے قرآن کے معنی آتے ہیں اُن صاحب نے اقرار کیا کہ نہیں آتے اسپر فرمایا کہ پھر یہاں پر وصل کیوں کیا. کیا اوقات مقرر کرنے والوں کو تم لوگ بیوقوف سمجھتے ہو ارے یہ جاہلوں کیواسطے ہی لکھے گئے ہیں بس آپ کا زہد و تقوی تو پانی ہی میں ختم ہو چکا. طہارت کے باب میں تو آپکو اتنی احتیاط ہے. کہ کنواں بھی ناپاک حوض بھی ناپاک. لوٹا بھی ناپاک. ہنسکر فرمایا لنگوٹا بھی ناپاک حالانکہ فقہا نے طہارت کے باب میں بہت ہی وسعت سے کام لیا ہے اسمیں تو آپ کو تقوی سوجھا اور قرآن میں بیٹھے ہوئے تعریف کر رہے ہیں. بس جی آجکل تو کلابی تقوی رہگیا ہے یعنی کتے کا تقوی وہ کمبخت موتنے میں تو اتنی احتیاط کرتا ہے کہ ٹانگ اُٹھا کر موتتا ہے اور منہ سے گو چاٹتا پھرتا ہی جن صاحب پر یہ ملفوظ ہوا تھا انکو طہارت کے باب میں وہم ہو گیا تھا اور یہ صاحب حضرت کے ایک مخلص کے صاحبزادہ ہیں اسلئے منجملہ اور اصلاحوں کے اسکا بھی ازالہ وقتاً فوقتاً فرماتے رہتے ہیں. چنانچہ ان کو ہر نصیحت کے ساتھ اسپر بھی متنبہ کرتے رہتے ہیں اب اُنکے اس مرض کی بہت اصلاح ہو گئی ہے.

۱۸

(۱۵) حضرت کے یہاں ایک لیٹر بکس رکھا ہے جن لوگوں کو کچھ کہنا سننا ہوتا ہے خط میں لکھکر اُس لیٹر بکس میں ڈالدیتے ہیں. حضرت والا سہولت سے جواب لکھکر بذریعہ خادم کے اُنکے پاس پہنچا دیتے ہیں ایک صاحب نے کچھ بیہودہ اور بے جوڑ باتیں لکھکر بکس میں ڈالدیں حضرت والا نے دیکھکر اُس پرچہ پر یہ لکھدیا کہ ظہر کے بعد اس پرچہ کو میرے ہاتھ میں دینا. بعد ظہر کے اُن صاحب نے پرچہ پیش کیا اسمیں یہ لکھا تھا کہ میں سلام سے محروم رہا اور یہ بھی لکھا تھا کہ میں آپ کو نبیوں اور صحابہ کے برابر سمجھتا ہوں. اب حضرت والا نے اُن سے دریافت کرنا شروع کیا کہ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ میں سلام سے محروم رہا اور مصافحہ سے محروم رہا اسکا کیا مطلب ہے آیا آپنے سلام کیا تھا میں نے جواب نہیں دیا یا آپ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے میں نے دھکیل دیا. یا آپ نے خود نہ کیا یا میں نے آپ کو ممانعت کردی تھی اسپر وہ صاحب بیٹھے رہے. پھر دوبارہ استفسار پر بولے کہ جی مجھے

خطا ہو گئی اسپر فرمایا کہ خطا ہو گئی میں یہ نہیں پوچھتا ہوں۔ میری غرض تو یہ ہے کہ آپ کا اس لکھنے سے کیا مطلب تھا اُن صاحب نے کہا کہ یہ مطلب تھا کہ اصلاح ہو جاوے اسپر فرمایا کہ آپ نے اسواسطے خطا کی تھی کہ میری اصلاح ہو جاوے یہ تو ایسی بات ہوتی کہ جیسے کوئی چوری کرے اور حاکم کے دریافت کرنے پر یوں کہے کہ چوری اسواسطے کی تھی کہ میری اصلاح ہو جاوے یا کوئی اپنے کپڑے کو گو لگا لے اب اُس سے کوئی کہے کہ گو کیوں لگا رکھا ہے اور وہ اسکے جواب میں کہے کہ جی کپڑا دھل جاویگا یعنی بغیر گو کے لگائے ہوئے کپڑا پاک ہو گا نہیں اور حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسپر لوگ مجھے سخت کہتے ہیں اب بتلائیے مجھ کمبخت کو اتنے تو کام ہیں۔ نماز کے بعد قرآن سنتا ہوں۔ خطوط کے جواب لکھتا ہوں۔ بعض روز چالیس چالیس پچاس پچاس خط آجاتے ہیں۔ دوسرے میں بھی تو انسان ہوں۔ راحت اور آرام کو بھی جی چاہتا ہے۔ بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بدون تخلیہ کے نہیں ہوسکتے اسلئے تھوڑا بہت وقت ان کاموں کے لئے بھی چاہیئے پھر میں تو اسپر بھی دو ڈھائی گھنٹے دیدیتا ہوں۔ ہاں مجھے تلوے سہلانا نہیں آتے اب لوگ چاہتے ہیں کہ میں تلوے بھی سہلایا کروں اور ہر شخص سے پوچھا کروں کہ تمہاری بی بی بھی اچھی ہے بچے اور بابا بھی اچھے ہیں بھائی مجھ سے تو یہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں ضروری بات میں خود ہی دریافت کر لیتا ہوں۔ پھر فرمایا جاتے کہیں سے مشورہ لیکر جو آپکی اصلی غرض ہے اس خط کے لکھنے سے اسکو ظاہر کریئے۔ یوں میری تسلی نہ ہو گی۔ انکے خط سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا کے معمولات پر اور انتظام پر اعتراض تھا اسیوجہ سے حضرت والا نے بار بار حاضرین کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ معمولات اور انتظام میں نے اپنے مدت کے تجربہ کے بعد مقرر کیا ہے اب اگر کسی شخص کو اس سے اچھا معمول اور انتظام معلوم ہو وہ کہے میں بجان و دل قبول کرنے کو طیار ہوں مگر میری سمجھ میں آجاوے میں اسپر ہٹ نہیں کروں گا۔ ہاں جو خرابیاں معلوم ہونگی وہ ظاہر کروں گا جب اُن باتوں کا جواب ہو جاوے گا۔ واللہ میں تمام انتظام بدلنے پر طیار ہوں یہ کوئی شرعی مسئلہ تو ہے ہی نہیں اپنی اور اپنے دوستوں کی سہولت کیلئے اور وہ بھی مدت کے تجربہ کے بعد اور الحمد للہ شریعت کے مطابق دستور العمل مقرر کر رکھا ہے اب ان دونوں باتوں کا خیال رکھکر یعنی شریعت کے موافق بھی ہو اور سہولت اور راحت بھی ہو کوئی دستور العمل بنا دیں مان لونگا لوگ معمولات میں رائے تو دیتے نہیں اور اُسکے

١٥

نتائج میں اعتراض کرتے ہیں جامع کہتا ہے اکثر ملفوظات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا کو دو باتوں کی طرف زیادہ خیال رہتا ہے تتبع اور استحضار کیونکہ ان دو باتوں کے نہ ہونے سے بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں بہت کثرت سے سابقین کے قصے اسی واسطے بیان کئے گئے ہیں تاکہ ہم اُن کو یاد کرکے اور سمجھ کے اُن خرابیوں سے بچیں۔

(۵۷) فرمایا کہ ایک صاحب دہلی سے تشریف لائے تھے اور دہلی کے لوگ بہت مہذب ہوتے ہیں مگر آجکل کی تہذیب تعذیب ہے وہ پہلے ایک شخص سے مرید تھے اور اُنکی ہر طرح کی خدمت کرتے تھے جوتے بھی اُٹھاتے تھے اور پیر بھی دباتے تھے جب وہ سفر میں جاتے تو اُنکے ساتھ رہتے تھے۔ غرض جو کام ایک غلام کو کرنا چاہیئے وہ سب کرتے تھے مگر پیر کا میلان چونکہ بدعت کی طرف ہو گیا تھا وہ مرید میرے یہاں چلے آئے تھے اور میرے ساتھ بھی وہی طرز اختیار کیا جو اُن پیر کے ساتھ تھا ہر وقت مجھے بھوت کی طرح چمٹے رہتے تھے جہاں جاؤں جوتہ اٹھا کر رکھیں کبھی پنکھا جھلیں کبھی وضو کیلئے پانی۔ غرض جب میں نہایت تنگ ہو گیا اور سخت تکلیف ہونے لگی تب اُن سے کہا کہ جناب میں سخت پریشان ہو گیا ہوں اور بیحد تکلیف ہوتی ہے خدا کے واسطے مجھے معاف کیجئے میں ان تکلفات کا عادی نہیں ہوں خیر مان تو لیا چونکہ مہذب آدمی تھے مگر دوسرے روز خط لکھ اور ڈبے میں رکھ گئے کہ میں بڑا بد قسمت ہوں بڑا بد نصیب ہوں مجھے آپ نے سعادت سے محروم کر دیا اسپر میں نے کہا کہ جب میں ایسا ہوں کہ آپ کو سعادت سے محروم کرتا ہوں پھر میرے پاس رہنے سے آپ کو کیا نفع ہوگا آپ اور کہیں جایئے جہاں سعادت تقسیم ہوتی ہو۔ اسپر سیدھے ہو گئے۔ سچ کہتا ہوں رسوم کا اسقدر غلبہ ہو گیا ہے کہ حقائق بالکل مٹ گئے اور ایک عقلمند کا خط آیا تھا کہ کئی خط بھیج چکا ہوں مگر جواب سے محروم ہوں میں نے انہیں لکھا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کے خط میرے پاس نہ پہونچے ہوں یا میں جواب لکھ چکا ہوں اور آپ کے پاس نہ پہونچا ہو اسپر اُن صاحب کا جواب آیا بیشک اس میرے لکھنے کی سوائے لغویات کے اور کوئی غرض نہیں میں معافی چاہتا ہوں۔

(۵۸) فرمایا ایک شخص کا خط آیا ہے اُن صاحب نے لکھا ہے کہ میں ہوں تو حنفی مگر چونکہ خود امام صاحب کا ہی قول ہے کہ اگر میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو اسکو چھوڑ دو۔ اسواسطے میں فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہوں اور آپ سے بھی دریافت کرتا ہوں کہ میں کیا کروں آیا پڑھوں یا نہیں۔ میں نے جواب لکھا کہ جب حدیث کے مقابلہ میں امام کا قول کوئی چیز نہیں تو میرا قول کیا ہوگا۔

(ا) یا اسمیں تاویل بعید کا ارتکاب کیا جاوے کیونکہ تاویل میں صرف عن الظاہر ہوتا ہے اسلئے بلا ضرورت اسکا ارتکاب نہیں کیا جاتا اور یہاں ضرورت ہے نہیں پھر کیوں تاویل کیجاوے ورنہ یوں تو ہر چیز میں ایسے احتمالات پیدا کر کے کسی عبارت کی شہادت کو حجت نہیں کہا جا سکتا۔

(ح) کہ اُس ضعیف میں کچھہ تاویل کر کے قوی کے مطابق بنایا جاوے جیسا کہ ظاہر ہے اور اُسکو اُصول موضوعہ ۲۷ میں خوب مشرح بیان کیا گیا ہے اور یہ بات بالکل ہی ظاہر ہے کیونکہ تاویل کی حقیقت یہی ہوتی ہے کہ ایک لفظ کو معنی ظاہری سے پھیر کر دوسرے کسی معنی میں استعمال کیا جائے اور یہ جہاں کہیں عند الضرورت کیا جاتا ہے تو اسکے واسطے اولی دونوں دلیلوں میں سے وہی دلیل ہوتی ہے جو ضعیف ہو اسکے کوئی معنی نہیں ہو سکتے کہ قوی دلیل میں بمقابلہ ضعیف کے تاویل کیجاوے اور ضعیف میں تاویل نہ کیجاوے اسکو تاویل بلا ضرورت کہتے ہیں اگر اسکی اجازت دیجاوے تو کوئی بھی عبارت ایسی نہ رہے گی جس سے کوئی مفہوم متعین کر کے سمجھا جا سکے نہ کوئی شہادت حجت رہے گی نہ کوئی مطلب ادا ہو سکے گا حتےٰ کہ اگر کوئی دن کو دن کہے تو تاویل کرنیوالا کہہ سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رات ہو گئی۔ اسکے کلام میں حرف نفی محذوف ہے اور حرف نفی فصیح سے فصیح کلام میں بھی بعض دفعہ محذوف ہوتا ہے یا یوں کہے کہ اسکے کلام میں صنعت قلب ہے اور دن بولکر اُسکی ضدرات مراد لی ہے کہ ایسی تاویلات کیجاویں تو دُنیا درہم برہم ہو جاوے اب ناظرین اُن تاویلوں کو پھر پڑھیں جو اہل فطرت نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے معجزہ سے دریا کے پھٹ جانے میں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بن باپ کے پیدا ہونے میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احیاء موتے دکہانے جانے میں کی ہیں کہ کسقدر بیہودہ اور تاویل القول بما لا یرضےٰ بہ القائل ہیں یہ یقیناً تحریف قرآن ہے جو مسلمان سے نہیں ہو سکتی۔ یہ خلاف فطرت کے محال ہونے پر عقلی دلیل لانیوالوں کی غلطی کا بیان ہوا خلاصہ اسکا یہ ہو کہ جو لوگ خلاف فطرت بات کو نہیں مانتے وہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ یہ باتیں خلاف فطرت ہیں اور خلاف فطرت محال ہوتا ہے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دلیل استقرائی ہے جو تمام افراد کو محیط نہیں ہو سکتی اور اگر بالفرض محیط بھی کہی جائے تو جانب مخالف کا نا ممکن ہو جانا اس سے کسیطرح ثابت نہیں ہو سکتا اور ان افراد کے بارہ میں بھی

(۱) دوسرا پیرایہ اس دعوے کی دلیل کا نقل ہے وہ یہ کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ صاحبو اس دلیل صحیح سے استدلال کا صحیح ہونا موقوف ہے دو امر پر ایک یہ کہ سُنت سے مراد ہر سُنت ہے۔ دوسرے یہ کہ تبدیل کے فاعل میں عموم ہے خدا اور غیر خدا دونوں کو شامل ہے حالانکہ دونوں دعووں پر کوئی دلیل نہیں۔

(ح) جنکو یہ محیط ہو ظن کو مرتبہ میں کوئی حکم ثابت کرتی ہے پس اگر کوئی دلیل اسکے خلاف اس سے قوی پائی جائیگی تو اسکی کچھ بھی مستی نہیں ہیگی اس قوی دلیل کے موافق قائل ہونا پڑیگا جیسے اصول موضوعہ ۔ میں بیان ہو چکا۔ یہ اُنکی غلطی کا بیان ہوا جو حق تعالےٰ کی قدرت عامہ کو خلاف فطرت سمجھکر شبہات کرتے ہیں اور دلیل عقلی پیش کرتے ہیں اون لوگونکی غلطی کا بیان ہے جو خلاف عادت (خلاف فطرت) کے واقع نہ ہو سکنے پر دلیل نقلی بھی پیش کرتے ہیں اُنکی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف سے خود ثابت ہے کہ عادت اللہ نہیں بدل سکتی یہ مضمون آیتوں میں کئی جگہ مختلف عنوان سے آیا ہے مثلاً ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا اور لا تبدیل لخلق اللہ۔ اور ولا تجد لسنتنا تحویلا ؕ ان کا ترجمہ ترتیب وار یہ ہے۔ اور ہرگز نہ پائیگا تو واسطے عادت الٰہی کے تبدیلی۔ اور ہرگز نہ پائیگا تو واسطے عادت الٰہی کے پھیرنا۔ اور نہیں ہے تبدیلی واسطے پیدائش اللہ تعالےٰ کے۔ اور نہ پائے گا تو واسطے عادت ہماری کے پھیرنا۔ کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ عادت الٰہی کے خلاف ہونا ناممکن ہے عادت ہی کا ترجمہ فطرت ہے تو حاصل آیتوں کا یہی ہوا کہ خلاف فطرت ہونا ناممکن ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے اسکا جواب کئی طرح پر ہے ایک تو یہ کہ سنت اللہ سے مراد اگر عام ہے تو کوئی ایک طریقہ خداوندی بدلنا نہیں چاہیئے حالانکہ یہ بات بداہتہً باطل ہے سب جانتے ہیں کہ زمانہ کا رنگ ہمیشہ بدلتا ہے ایک وقت میں اسلامی سلطنت تھی دوسرے وقت میں کفار کی سلطنت ہوگئی یہ بھی تبدیلی ہے ایک وقت میں نہ ڈاک تھی نہ تار نہ بجلی نہ ریل نہ ہوائی جہاز وغیرہ اسوقت کے طریقے بود و باش دوسرے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ سب خدا تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے تھے اور جو معنی سنۃ اللہ کے آپ نے لئے ہیں وہ اسپر ضرور صادق ہیں تو اگر آیت میں سنۃ اللہ میں عموم ہے تو انمیں بھی تبدیلی نہ ہونی چاہیئے حالانکہ تبدیلی ہوگئی اب آپ اسکا یہی جواب دیسکتے ہیں کہ سنت سے

۱۴

(ا) ممکن بلکہ واقع بھی ہے کہ سُنت سے مراد بقرینہ سیاق وسباق خاص خاص امور ہیں جو ان آیات میں مذکور ہیں جنکا حاصل حق کا غلبہ ہی باطل پر خواہ بالبرہان یا باللسان۔

(ح) مراد عام نہیں بلکہ کوئی خاص طریقہ مراد ہے تو اُسکو متعین کرنا چاہیئے اُسکی تعیین آپ لوگ اس سے کرتے ہیں کہ جو عادت خداوندی تجربہ سے ثابت ہو جاوے بس وہی مراد ہے اسپر یہ اعتراض ہے کہ تجربہ کیلئے کوئی حد نہیں قرار دیجا سکتی نئے نئے تجربے ہو چکے اور ہوتے چلے جاتے ہیں تو سنۃ اللہ کا کوئی محمل ہو ہی نہیں سکتا ہاں جب دنیا ختم ہو جائے تب کہہ سکیں گے کہ سنۃ اللہ سے فلاں فلاں چیز مراد تھی تو اسوقت آپ کسی چیز پر یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ اسکے متعلق سنۃ اللہ یہ ہے اور اسمیں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو آیت سے کوئی استدلال ہو ہی نہیں سکتا اور آیت کے کوئی معنے ہی متعین نہیں ہوتے۔ یہ خرابی سنۃ اللہ میں عموم لینے سے ہوئی۔ دلیل عقلی سے ثابت ہو گیا کہ سنۃ اللہ میں عموم نہیں ہے۔ اب ہم آیت کے سیاق وسباق کو دیکھتے ہیں تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے اس آیت میں لفظ سنۃ اللہ میں عموم مراد لیا ہے انکا یہ فعل لا تقربوا الصلوۃ کا مصداق ہے۔ آیت کا سیاق وسباق صاف بتاتا ہے کہ سنۃ اللہ میں عموم نہیں ہے لفظ سنۃ اللہ جن آیتوں میں آیا ہے ہم ان آیتوں کے سیاق وسباق کو مفصل بیان کرتے ہیں۔ اول آیۃ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ہے یہ سورہ احزاب کی آیۃ ہے اس مضمون کا شروع یہاں سے ہوتا ہے لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ط ترجمہ اگر نہ باز آئینگے منافقین اور جنکے دل میں روگ ہے اور مدینہ میں بے بنیاد خبریں مشہور کرنیوالے تو البتہ مسلط کر دینگے ہم آپ کو انپر (یعنی انکی پکڑ دھکڑ کا حکم دیدینگے) پھر وہ آپ کے قرب وجوار میں بھی مدینہ میں نہ ٹھیر سکیں گے مگر بہت کم پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں بھی ملیں گے پکڑ لئے جائینگے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائینگے یہ ہم نے اللہ کی عادت بیان کی ان لوگوں میں جو پہلے گذر چکے (یعنی امم سابقہ میں یہی برتاؤ حق تعالی کا نافرمانوں کے ساتھ رہا ہے) اور ہرگز نہ پائیگا تو عادۃ اللہ کیواسطے تبدیلی۔ ناظرین انصاف سے فرمائیں کہ اس آیۃ میں سنۃ اللہ سے مراد عام عادت الہی ہو سکتی ہے یا وہی عادت الہی مراد ہے جو اس قسم کے لوگوں کے ساتھ

۱۴۳

ح) جنکا بیان اُوپر کی آیتون میں ہے بیشتر ہوئی تھی یعنی عذاب اُتارنا اور انکو تہ تیغ کرنا اور ذلیل کرنا۔ آیۃ دوم ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ یہ سورۃ فاطر کی آخر رکوع کی آیۃ ہے جہان سے اسکا مضمون شروع ہوا ہے وہان سے ہم آیتون کو لکھتے ہیں وہ یہ ہیں واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءھم نذیر لیکونن اھدی من احدی الامم فلما جاءھم نذیر ما زادھم الا نفورا استکبارا فی الارض ومکر السیئ ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ فھل ینظرون الا سنۃ الاولین فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ **ترجمہ** اور قسم کھائی تھی ان لوگون نے بہت پکی قسم کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) آئیگا تو ہم بعض امتون سے زیادہ صاحب ہدایۃ ہونگے پس جب ڈرانے والا (پیغمبر) انکے پاس آیا تو نہیں زیادہ کیا انکو مگر نفرت اور تکبر دنیا میں اور بری قسم کا مکر اور نہیں پڑتا ہے برا مکر مگر اسکے کرنے والے پر تو نہیں انتظار کرتے ہیں وہ مگر پہلے لوگوں کے سے برتاؤ کا تو (یاد رہے) نہ پائیگا تو حق تعالیٰ کے برتاؤ کے لئے تبدیلی اور نہ پائے گا تو حق تعالےٰ کے برتاؤ کے لئے ٹل سکنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک وقت میں کفار اسکے لئے تیار تھے کہ پیغمبر انکے پاس آئیگا تو اسپر تہ دل سے ایمان لائینگے لیکن جب پیغمبر یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے تو اپنا عہد و پیمان سب چھوڑ دیا اور حضور سے نفرت کرنے لگے اور تکبر کیا اور حضور کے خلاف طرح طرح کے مکر کرنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کفار کیطرح یہ بھی ایسے برتاؤ کے منتظر ہیں جو ہم نے اُنکے ساتھ کیا تھا تو یاد رکھیں کہ ہماری عادت کو کوئی بدل نہیں سکتا اور بدلنا تو در کنار کوئی ایک دم کو ٹال بھی نہیں سکتا۔ ناظرین جو علوم ادبیہ سے واقف ہیں وہ تو قواعد سے سمجھ سکتے ہیں کہ سنۃ اللہ اس آیۃ میں تین جگہ آیا پہلے سنۃ اولین پھر دو جگہ سنۃ اللہ ظاہر ہے کہ تینون جگہ ایک ہی معنی مراد ہو سکتے ہیں اور وہ یہی ہیں کہ وہ برتاؤ جو حق تعالےٰ نے انکے ساتھ کیا یعنی عذاب کا اتارنا اور انکو ذلیل و ہلاک کرنا۔ برتاؤ چونکہ طرفین سے تعلق رکھتا ہے اسواسطے ایک دفعہ اسکو انکی طرف منسوب کیا اور سنۃ الاولین فرمایا اور دوسری جگہ اسکو اپنی طرف منسوب فرمایا جب انکی طرف نسبت کیجائے تو نسبت الی المفعول ہے یعنی وہ برتاؤ جو حق تعالیٰ کی طرف سے انکے ساتھ کیا گیا اور جب حق تعالےٰ کی طرف نسبت کیجائے تو نسبت الی الفاعل ہے جیسا کہ ظاہر ہے حاصل یہ ہے کہ تینون جگہ

۴۴

(ح) ایک ہی معنی لئے جا سکتے ہیں یعنی معاملہ حق تعالیٰ کا انکے ساتھ اسمیں کہیں اس معنی کا تو احتمال
بھی نہیں جو اہل فطرت نے لئے ہیں ورنہ سنۃ الاولین کے کیا معنی ہونگے۔ اور جو لوگ علوم عربیہ بھی
نہیں جانتے وہ بھی ان آیتوں کو پڑھکر انصاف سے بتائیں کہ کہ یہاں سنت کے معنی وہ ہو سکتے ہیں
جو اہل فطرت نے لئے ہیں حاشا وکلا یہ زبردستی کی بات ہے کہ کلام میں مقصود کچھہ ہو جسکو نسق آیت
اور سیاق وسباق صاف بتا رہا ہے اور مراد کچھہ لے لی جاوے دو آیتوں کا بیان ہو چکا اب تیسری
آیۃ لیجئے اسمیں لا تبدیل لخلق اللہ ہے۔ اس سے پہلے یہ آیتیں ہیں بل اتبع الذین ظلموا
اھواءھم بغیر علم فمن یھدی من اضل اللہ وما لھم من ناصرین فاقم وجھک
للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین
القیم لکن اکثر الناس لا یعلمون۔ ترجمہ۔ بلکہ اتباع کیا نا انصاف لوگوں نے اپنی
خواہشات نفسانی کا بلا دلیل (یہ انکی گمراہی کا سبب ہوا) تو اس شخص کو کون ہدایۃ کر سکتا ہے
جسکو خدا تعالےٰ گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔ پس اپنی توجہ کو دین کی طرف
درست کرو یکے ہو کر کہ وہ فطرت ہے اللہ تعالےٰ کی جسپر لوگوں کو پیدا کیا خدا تعالےٰ کی پیدائش
کیلئے کوئی تبدیلی نہیں یہی دین مضبوط ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے سمجھہ میں نہیں آتا کہ اس
آیۃ سے اسپر استدلال کرنا کیونکر صحیح ہے کہ کائنات میں فطرت کے خلاف (جسکو خرق عادت کہتے
ہیں) نہیں ہو سکتا آیت کا سیاق صاف بتا رہا ہے کہ خلق اللہ سے مراد وہ فطرت ہے جسکا اوپر ذکر
ہے لفظ فطر الناس علیھا میں جسکو اس سے اوپر دین فرمایا ہے اور آگے بھی اسکو دین قیم
فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ دین کو خوب یکے ہو کر اختیار کرو اور وہ دین داخل فطرت ہے اسکو
حق تعالےٰ نے ہر انسان کی فطرت میں رکھدیا ہے اور اسطرح فطرت میں رکھا ہے کہ کبھی اسمیں
تبدیلی نہیں ہوگی یعنی یہ کبھی نہ ہوگا کہ دین فطرت انسانی میں داخل نہ رہے اسکی تفسیر اس حدیث
میں ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکو اسکے ماں باپ یہودی بنا لیتے
ہیں یا نصرانی یا مجوسی یعنی ہر بچہ میں خلقی طور پر حق بات طبیعت کے اندر رکھی ہے یعنی استعداد صحیح
حق کے قبول کرنے کی خلقۃ موجود ہے پھر اس سے اگر صحیح طور سے کام لے تو حق پرست ہوتا
ہے ورنہ باطل پرست ہو جاتا ہے اور آیت میں یہ دعوے کیا گیا ہے کہ یہ استعداد نوع انسان

(ح) ہیں ہمیشہ پیدا ہوگی اسکو کوئی بدل نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ ہی مدار مکلف بنانے کا ہے کیونکہ جس بات کی استعداد ہی کسی میں نہ ہو اسکو اس بات کا حکم کرنا تکلیف مالایطاق اور فضول ہے جیسے کسی کے ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہوں اور اسکو لکھنے پر مجبور کیا جائے کہ یہ ظلم اور فضول حرکت ہے جب حق تعالےٰ نے انسان کو دین کے قبول کرنے کا حکم دیا تو دین کے سمجھنے کی استعداد کا ہونا بھی ضروری ہوا اسکے متعلق ارشاد ہے کہ ہم نے فطرتاً قبول حق کی استعداد ہر انسان میں رکھی ہے اور یہ بات کبھی نہیں بدلی جاوے گی یعنی کبھی ایسا نہ ہوگا کہ انسان کی سرشت میں یہ استعداد نہ ہو چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ استعداد ہر شخص میں ہے کیونکہ دین کا خلاصہ دو چیز ہیں اقرار صانع اور رسالت اور یہ دونوں ایسے بدیہی ہیں کہ کسی کی بھی سرشت اس سے خالی نہیں۔ ایک ناسمجھ بچے کے پیچھے سے ایک کنکری مار دو تو وہ مڑ کر دیکھے گا اور تلاش کریگا کہ کس نے ماری اور اگر کوئی موجود ہوگا تو اسکے سر ہو جائے گا کہ تو نے ماری ہے اور وہ شخص یہ کہکر اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا کہ میں نے نہیں ماری آپ سے آپ لگ گئی اسکو کوئی اس سے لاکھ منوائے لیکن اسکی طبیعت نہیں قبول کریگی کہ ایک کنکری بلا مارنے والے کے لگ سکتی ہے اسکی بنا اسی پر تو ہے کہ اسکے ذہن میں خلقۃً یہ اصول مرکوز ہے کہ کوئی فعل بغیر فاعل نہیں ہو سکتا اسیکا نام اقرار صانع ہے ثابت ہوا کہ خدا کا فاعل ہونا فطری امر ہے اور ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا اور ہم دیکھتے ہیں کہ اسی ناسمجھ بچہ سے کسی نئی چیز کا نام پوچھا جائے تو وہ بتا نہیں سکتا اُسوقت وہ اپنے باپ کی طرف دیکھتا ہے اور انتظار کرتا ہے کہ وہ اُس چیز کا نام بتا دے تو میں بتا دوں اسکی بنا اسپر ہے کہ اسکے ذہن میں خلقۃً یہ اصول مرکوز ہے کہ تمام باتیں ماں کے پیٹ میں نہیں آجاتیں بہت سی باتیں بتانے والے کے بتانے سے آتی ہیں اور یہیں ایک انسان دوسرے کا محتاج ہے یہ ہی خلاصہ ہے رسالت کا کہ جیسے دُنیا کی باتیں بلا بتلانے والے کے نہیں آتیں ایسے ہی دین کی باتیں بھی بلا بتانے کے نہیں آتیں اس بتانے والے ہی کو پیغمبر یا رسول کہتے ہیں۔ یہاں اس مضمون کو طول دینا نہیں ہے صرف تھوڑی سی تقریر فطرت کے لفظ کی توضیح کیلئے کر دی گئی اصل بات یہ تھی کہ اس آیت میں خلق اللہ سے مراد یہ ہی استعداد ہے جسکو فطرت اور دین فرمایا گیا ہے نہ وہ جو آجکل کے تعلیم یافتہ لیتے ہیں

(ا) اور اگر اس میں عموم لیا جاوے تو تبدیل کا فاعل غیر اللہ ہے یعنی خدائے تعالیٰ کے معمول کو کوئی دوسرا شخص نہیں بدل سکتا جیسے دنیا میں بعض احکام شاہی میں کسی جماعت کی شورش وغیرہ بعض اوقات سنگ راہ ہو جاتی ہے۔

(ح) کہ عادت اللہ کے خلاف کوئی کام نہیں ہو سکتا اور اسکی بنا پر کرامات و معجزات وغیرہ کا انکار کرتے ہیں یہاں سیاق وسباق آیت کا چھوڑ کر اپنے تجویز کردہ معنی لینا ایسا ہوگا جیسا کسی نے ایک بھوکے سے پوچھا ایک اور ایک کے ہوتے ہیں اُس نے کہا کہ دو روٹیاں یا جیسے ایک قرآنی فرقہ والے نے اپنے اس مسئلہ کو کہ نماز دو رکعت سے زیادہ واجب نہیں ہے اس آیت سے ثابت کیا جاعل الملائکۃ رسلاً اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلث وربٰع مثنیٰ۔ کا ترجمہ دو دو ہے اس سے ثابت کر لیا کہ دو دو رکعت بھی نماز ہو سکتی ہے جب دو دو رکعت ہو سکتی ہے تو زیادہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے ناظرین غور کریں کہ اسمیں کیا غلطی ہے سوائے اسکے کہ ایک لفظ کے معنی لے لئے اور دوسرے الفاظ کو چھوڑ دیا (لا تقربوا الصلوٰۃ جو مشہور ضرب المثل ہے اسمیں بھی تو یہی کیا گیا ہے) مثنیٰ سے پہلے جو الفاظ ہیں انکو ملا کر دیکھا جائے تو اس قرآنی کے مسئلہ سے آیت کو کچھ علاقہ ہی نہیں آیت میں حق تعالیٰ کی ایک صفت کا بیان ہے کہ حق تعالیٰ وہ ہے جس نے فرشتوں کو پیغام پہنچانے والا بنایا وہ فرشتے دو دو بازو والے بھی ہیں اور تین تین والے بھی اور چار چار بازو والے بھی۔ کوئی بتائے کہ نماز کا ذکر یہاں کہاں ہے یہ تو قرآن شریف کو کھیل بنانا ہے اسیطرح لا تبدیل لخلق اللہ میں خلق سے مراد عام عادت اللہ لینا جسکی بنا پر خوارق اور معجزات سے انکار کیا جاتا ہے قرآن کو کھیل بنانا ہے اور سیاق وسباق سے اس لفظ کو بالکل الگ کر دینا ہے اور اسمیں اور لا تقربوا الصلوٰۃ میں کچھ فرق نہیں ہو سکتا۔ یہ بیان اہل فطرت کی غلطی کا سیاق وسباق قرآنی اور طرز کلام سے ہوا۔

یہانتک ایک جواب اہل فطرت کے استدلال عن الایات کا ہوا۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ سنت اللہ سے مراد عام نہیں لے سکتے۔ مشاہدہ اسکی تکذیب کرتا ہے دن رات عالم میں تغیر ہوتے رہتے ہیں اور ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں اور ہمیشہ قیامت تک ہوتے رہینگے اور طرز کلام اور سیاق وسباق قرآنی بھی عموم کی تکذیب کرتا ہے اور سیاق وسباق صاف بتلاتا ہے کہ آیتوں میں

۱۴۷

(ح) ہر جگہ خلق اللہ اور سنت اللہ سے مراد حق کا غلبہ ہے باطل پر خواہ حجت اور دلیل سے ہو یا قہر و عذاب سے اسکے سوا کچھ مراد نہیں مطلب یہ ہوا کہ ہماری یہ عادت ہے کہ حق کو ہمیشہ غلبہ دیتے ہیں یہ عادت کبھی نہیں بدلی جاویگی یہ ایک جواب ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن ایک کلام ہے جس کی زبان عربی ہے ہر کلام کا مفہوم اوس زبان کے قواعد سے سمجھا جاتا ہے ان تمام آیتوں میں لفظ تبدیل اور تحویل کے واقع ہوئے ہیں اور یہ دونوں مصدر ہیں مصدر ایک فعل کا نام ہوتا ہے جیسے ضرب مارنے کا نام ہے فعل کے لئے ایک فاعل ہوتا ہے اور بعض میں ایک مفعول بھی ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ ضرب کے لئے ایک ضارب ہوگا یعنی مارنے والا اور ایک مضروب ہوگا یعنی جسپر مار پڑی، غرض ایسا مصدر فاعل اور مفعول کو چاہتا ہے تو تبدیل اور تحویل کے لئے بھی فاعل اور مفعول ہوں گے فاعل وہ ہوگا جو تبدیل اور تحویل کرے اور مفعول وہ ہوگا جسپر تبدیل اور تحویل واقع ہو ان آیتوں میں مفعول تبدیل اور تحویل کے یقیناً سنت اللہ اور خلق اللہ میں مطلب یہ ہے کہ ان پر تبدیل اور تحویل واقع نہیں ہوسکتی جیسا کہ ابناء زماں بھی مانتے ہیں لیکن گفتگو ان کے فاعل میں باقی ہے اس کے فاعل دو ہی ہوسکتے ہیں یا اللہ یا غیر اللہ یعنی مخلوق، ابناء زماں کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں قسم کے فاعلوں سے اس فعل کی نفی کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ اللہ کی طرف سے ان میں تبدیلی ہوسکتی ہے اور نہ مخلوق کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبدیلی نہ ہوسکنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ہی یہ تبدیلی باہر ہو اور ایک یہ کہ قدرت سے باہر تو نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا ہو اور خبر دیدی ہو کہ ہم تبدیلی نہیں کریں گے پہلی صورت تو بالاتفاق باطل ہے کوئی مسلمان بلکہ کسی مذہب کا آدمی بھی یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی کام باہر ہے، اب رہ گئی دوسری صورت کہ قدرت ہو لیکن یہ خبر دیدی ہو کہ ہم سنت اللہ میں اور خلق اللہ میں تبدیل اور تحویل نہ کریں گے، اس کے واسطے ثبوت کی ضرورت ہی سو ہم صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ جنت دوزخ وزن اعمال پل صراط معجزات وغیرہا خلاف فطرت باتوں کی خبریں صاف صاف قرآن میں ہیں یہ وعدہ نہیں آیا اور ان آیات زیر بحث کو وعدہ کہنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ان میں دونوں احتمال ہیں۔

(باقی آئندہ)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں جعفر کی کشتی دریا میں کھڑی ہوئی دیکھ رہا ہوں اور انصار کو بھی دیکھ رہا ہوں اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ کیا آپ دیکھ رہے ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ ہاں میں دیکھ رہا ہوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی دکھلا دیجئے آپ نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو انہوں نے بھی دیکھ لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ (انت الصدیق) یعنی تم صدیق ہو۔ اب رہی یہ بات کہ کس قسم کے لوگ صدیق کے لقب سے ملقب ہو سکتے ہیں آیا یہ خطاب خصوصاً مومن ہی کو مل سکتا ہے یا کافر اور منافق کو بھی صدیق کہہ سکتے ہیں۔

اس مسئلہ کا فیصلہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام معجز نظام میں اسطرح فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی لوگ صدیق ہیں +

اس آیت شریفہ سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ مومن ہی صدیق ہو سکتا ہے کافر اور منافق نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ میں افضل ہیں

علماء اہل سنت و الجماعت کا اسپر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تمام امت سے افضل ہیں آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علی الترتیب پھر عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اہل احد پھر باقی اہل بیعت پھر باقی تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ نے اسی طرح اجماع نقل کیا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تمام امت سے افضل ہونا عقلاً و نقلاً[1] بھی ضروری ہے چنانچہ حضرت شیخ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفا میں خلافت خاصہ کے لوازم کی تفصیل میں یہ تحریر فرمایا ہے۔

اور منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ ایسا شخص ہو جو اپنے عہد میں تمام امت سے افضل ہو۔ عقلاً و نقلاً یہ بات خلافت خاصہ میں اسلئے ضروری ہے کہ نکتہ اولے

[1] عقلاً و نقلاً کا مطلب یہ ہے کہ اس خلیفہ کا تمام امت سے افضل ہونا عقل و نقل دونوں سے ثابت ہو تاہو عقل سے ثابت

میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب ظاہری خلافت حقیقی خلافت کے ہمدوش ہو گی تو کام اپنے موقع پر ہوگا
اب اس جگہ یہ نکتہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ خواص پر حکمت کرنا اخص الخواص کے سوا کسی غیر کو لائق
نہیں ہے پس غیر اخص کی خلافت سب کو شامل نہ ہو گی لہذا صحابہ جو خاص امت ہیں ان پر حکومت
اسی کو سزاوار ہو گی جو خص الخواص (یعنی ان سب میں افضل ہو) اور غیر افضل کا خلیفہ خاص مقرر کرنا
رخصت[۱] کا حکم رکھتا ہے بہ نسبت عزیمت کے اور رخصت ضعف سے خالی نہیں اور نہ مطلقاً تعریف
کے لائق ہے اور نیز اس لیے بھی خلیفہ خاص کو تمام امت سے افضل ہونا ضروری ہے کہ خلافت خاصہ
میں دین کی تمکین ہر طرح مقصود ہوتی ہے اور یہ تمام امت سے افضل کو خلیفہ بنائے بغیر ممکن نہیں
جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ نے امام حسنؓ کو خلیفہ بناتے وقت فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے
ساتھ بہتری چاہے گا تو میرے بعد سب لوگوں کو اس شخص پر متفق کرے گا جو ان سب میں
بہتر ہو روایت کیا اسکو حاکم نے بخلاف خلافت عامہ کے کہ اس میں دین پسندیدہ کی تمکین
ہر طرح نہیں بلکہ بعض طریقوں کے ساتھ مقصود ہوتی ہے اور نیز اس لیے بھی خلیفہ خاص کا افضل
امت ہونا ضروری ہے کہ خلافت خاصہ کو نبوت کے ساتھ مشابہت ہے جیسا کہ ایک حدیث
میں خلافت بر منہاج نبوت آیا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کچھ دنوں نبوت و رحمت
ہو گی پھر خلافت و رحمت اور نبوت کی طرح وہ بھی دین و دنیا دونوں کی ریاست ظاہری و
باطنی کو شامل ہے پس جس طرح کسی شخص کا نبی بنانا اس شخص کے تمام امت سے افضل ہونے پر
دلالت کرتا ہے تاکہ نبی بنانے والے جل ذکرہ سے قباحت[۲] مرتفع ہو جائے اسی طرح

(بقیہ صفحہ) ہونیکی صورت یہ ہے کہ اس کے افعال و اقوال و احوال نہایت شایستہ اور اعلیٰ درجہ میں شریعت کے مطابق ہوں اور
نقل سے ثابت ہونیکی صورت یہ ہے کہ قرآن یا حدیث سے اس کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہو ۱۲۔

[۱] جب کوئی حکم شرعی کسی عذر کیوجہ سے بدل جائے تو بدلنے سے پہلے اسکی جو حالت تھی وہ عزیمت ہے اور بدلنے کے بعد جو
حالت پیدا ہوئی وہ رخصت ہے جیسے رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم مرض کیوجہ سے بدل جاتا ہے اور روزہ نہ رکھنے کی
اجازت ہو جاتی ہے پس بدلنے سے پہلے جو حالت تھی یعنی روزہ رکھنا وہ عزیمت ہے اور بدلنے کے بعد جو حالت پیدا ہوئی
یعنی روزہ نہ رکھنا یہ رخصت ہے ۱۲

[۲] یعنی اگر غیر افضل نبی بنا دیا جائے تو بے انصافی لازم آتی ہے اور بے انصافی سے ذات پاک حق سبحانہ بری ہے ۱۲۔

کسی شخص کو امت پر خلیفہ بنانا افضل امت ہونا ضروری ہے کہ غیر افضل کو عامل بنانا خیانت ہے جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنْ عِصَابَۃٍ وَفِیْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃِ مَنْ ھُوَ اَرْضٰی لِلّٰہِ مِنْہُ فَقَدْ خَانَ اللّٰہَ وَخَانَ رَسُوْلَہٗ وَخَانَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جماعت میں سے کسی شخص کو عامل بنایا درحالیکہ اس جماعت میں ایسا شخص موجود ہو۔ جو اللہ کو اس (پہلے شخص) سے زیادہ پسندیدہ ہو تو اس نے اللہ کی خیانت کی۔ اور رسول اللہ کی خیانت کی اور مؤمنین کی خیانت کی۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولی من امر المسلمین شیئا فامر علیھم محاباۃ فعلیہ لعنۃ اللہ لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا حتی یدخلہ جھنم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کا والی بنایا جائے اور وہ رعایۃً کیسکو کسی عہدہ پر مقرر کردے تو اسپر خدا کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ قبول کرے گا نہ اس کا فدیہ یہاں تک کہ اسکو جہنم میں ڈال دے گا۔

ان دونوں حدیثوں کو حاکم نے روایت کیا ہے یہاں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جب چھوٹے چھوٹے عہدوں پر باوجود قدرت کے مفضول کو مقرر کرنے کی یہ حالت ہے تو خلافت کبریٰ میں مفضول کے مقرر کرنے کا کیا حال ہے۔ ہاں مختلف صورتوں کے درپیش ہوجانے اور خیر و شر باہم ملجانے اور جیسا کہ چاہیئے امر خلافت کا انتظام نہ ہوسکنے کی حالت میں رخصت کی راہ اختیار کرنی چاہیئے نیز اسلیے بھی خلیفہ خاص کا افضل امت ہونا ضروری ہے کہ خلافت کے متعلق مشورہ کرتے وقت صحابہ نے استخلاف کا مدار فضیلت پر رکھا اور لفظ احق بھذا الامر کہا تھا۔ اور جن لوگوں نے صدیق اکبر کے خلیفہ بنائے جانے میں مناقشہ کیا تھا انکو جب اپنی رائے کی غلطی معلوم ہوگئی تو ابو بکر کی فضیلت کے قائل ہوگئے اور یہ اسی پر مبنی ہے کہ خلافت خاصہ فضیلت کے ساتھ ساتھ ہے۔ آپ کی فضیلت بہت سی دلیلوں سے ثابت ہے یہاں صرف تین مسلک پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مسلک اول – یہ کہ آپ کا استخلاف نص اور اجماع سے ثابت ہے اور ایسا استخلاف افضل ہونے کو لازم ہے غیر افضل کے لئے نہیں ہو سکتا انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقعہ پر اس کی تقریر سپرد قلم کی جائے گی۔

دوسرا مسلک – یہ کہ بہت سی حدیثیں آپ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں جن میں سے اکثر مرفوع ہیں بعض میں یہ دلالت بطور نص کے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

واللہ ما طلعت الشمس ولا غربت	بخدا کسی ایسے شخص پر نہ طلوع ہوا آفتاب اور نہ غروب
بعد النبیین والمرسلین علی احد	انبیاء اور رسولوں کے بعد جو افضل ہوا
افضل من ابی بکر رض	ابوبکر رضی اللہ عنہ سے۔

اس حدیث سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہو گئی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ انبیاء و رسل کے بعد تمام امتوں سے افضل ہیں (خیالی مطبوعہ مجتبائی ممتاز علی ص ۹)

تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے۔

"ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے نبی کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوا ہو اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو ایک روایت میں اس طرح ہے کہ بعد نبی و مرسل کے جابر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو (طبرانی) اس حدیث کی صحت پر بہت سے شواہد ہیں سلمہ بن اکواع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الناس ہیں مگر بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سعد بن زرارہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میری امت میں تیرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ محبوب آدمیوں میں کون ہیں آپ نے فرمایا کہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) میں نے عرض کیا کہ مردوں میں فرمایا کہ ان کے والد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا ان کے بعد فرمایا عمر (رضی اللہ عنہما) (بخاری و مسلم) ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ کا نام نہیں آیا۔ ترمذی وغیرہ عبداللہ بن شفیق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا

(باقی آئندہ)